حجازنامہ

فخرمشرق مولانا شفیق صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہٗ

صلی اللہ علیک یا محمدؐ

تمہید

کے بود یارب کہ بینم جلوۂ کوئے حرم
جان من باشد شکار چشم آہوئے حرم
یا الٰہی آرزو دارم کہ گر در وقت مرگ
روح من سوئے مدینہ روئے من سوئے حرم
گر تمنائے حیات جاوداں داری شفیق
ایست می گویم شوی خاک رہ کوئے حرم

رب العالمین کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسنے آغاز شعور سے اپنے حبیب پاک کی محبت عطا فرمائی۔ والد ماجد حافظ الحاج حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم و مغفور جب محفل میلاد میں فضائل مدینہ طیبہ بیان فرماتے تو کمسنی کی کم شعوری میں بھی اتنا محظوظ ہوتا تھا کہ وجد و حال کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ بچپن کی شرم سے ضبط کرنا پڑتا ورنہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ جھومنے لگوں۔ اسی طرح جب کسی کا سفرنامہ سلسلہ حج و زیارت

انتساب

ہم اس تصنیف کو زائر حرامین عالی جناب مولوی
محمد یوسف صاحب جلال پوری کی خدمت میں
پیش کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شفیق

مسحور کر لیا تھا کہ مآثر طیبہ کی بار بار حاضری اور تلاوت و نوافل درود و سلام
کے علاوہ دوسرے مشاغل میں جی بھی نہ لگتا تھا۔ وطن پہنچ کر لخت جگر عزیزہ
ام کلثوم سلمہا کی علالت کی وجہ سے ایک ماہ تک لکھنے پڑھنے کے مواقع
نصیب نہ ہو سکے۔ واپسی پر جہاز میں اتنی فرصت تھی کہ تصنیف و تالیف
میں وقت گزار سکوں لیکن پیچش کی تکلیف نے کیف نہ پیدا ہونے دیا۔
رفقاء سفر کا اصرار رہا کہ سفر نامہ ضرور مرتب کروں برادر عزیز القدر مولوی
عزیز ربانی سلمہ نے بھی خط میں اصرار کیا تھا کہ حالات سفر قلمبند کرتے
رہیئے گا اب واپسی پر بھی بعض احباب کا خط آرہا ہے کہ سفر نامہ جلد شائع
کیجئے اور حجاز مقدس کے زمانہ قیام میں جو نظمیں ناتمام طور پر لکھی تھیں
بعض بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا کر زیور طبع سے آراستہ کیجئے۔ محبین کے
تقاضوں کے ساتھ اب اپنی تصوراتی زندگی کی بھی یہی دھن ہے کہ جو کچھ
دیار اقدس میں دیکھ کر آئے ہو خدا اسی کے ترانے سبھی بہلاؤ۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ہزار ہزار شکر کہ اب ام کلثوم خاتون سلمہا رو بصحت ہے اور کسی قدر
دل سکوں یاب ہے لہذا اللہ کا نام لیکر تحریر کا آغاز کرتا ہوں اثنائے ذکر
میں بعض محبین و مخلصین یا وہ علماء کرام جو اس مبارک سفر میں رہنمائے
شوق تھے ان کے اسمائے گرامی یا قابل ذکر حالات چھوٹ جائیں تو وہ میری

پڑھنے کو مل جائے تو نہایت ذوق و شوق سے میں اسے از ابتدا تا انتہا پڑھ ڈالتا۔ اور دوبارہ سہ بارہ مطالعہ کر کے انبساط روحانی حاصل کرتا۔ زائرین حرم سے زبانی حالات سفر سننے کا خاص ذوق پایا ہے اور ہمیشہ حجاج سے حالات سفر حجاز کی تفصیل چاہتا رہتا ہوں۔ الحمد للہ لاکھ لاکھ شکر ہے اب کے سال ۱۳۷۶ھ میں اس گناہ گار کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ سفر حرمین شریفین کے لئے اسباب فراہم کرنے کے قابل ہوا۔ روانگی کے وقت خیال تھا کہ سفرنامہ ضرور مرتب کرونگا لیکن صحت نے ساتھ نہ دیا علاوہ ازیں حجاز شریف پہونچکر مسائل حج کے مطالعہ کے سوا دوسرا مشغلہ نہ تھا مناسک حج کی ادائیگی کے بعد زیارت گاہوں کی حاضری مقامات کی تحقیقات حرم شریف کی نماز کی پابندی، طواف کی کثرت۔ قرآن پاک کی تلاوت اور دعا و مناجات سے وقت بھی خالی نہ بچ سکا کہ سفرنامہ کی ترتیب یا فکر سخن کیطرف توجہ کیجاتی یہی مصروفیت مدینہ طیبہ پہونچکر بھی قائم رہی البتہ کبھی کبھی نعتیہ اشعار از خود موزوں ہو جاتے تو انکو لکھ لیتا تھا اس سے زیادہ تصنیف و تالیف کا موقع پیدا نہ ہو سکا محدود قیام کا خیال کرتے ہوئے اتنی توجہ بھی نہ کر سکا کہ خاص خاص واقعات کو بقید وقت و تاریخ اجمالاً لکھ لیتا یا فقط عنوانات کے ماتحت تاریخ و یوم و وقت وغیرہ ہی کو محفوظ کر سکتا۔ سفرنامہ سے زیادہ خود سفر مبارک کی لذتوں نے اس قدر

جونپور سے لکھنؤ

غالباً ۲۲ر شوال کو بارادۂ سفر حجاز میں لکھنؤ کو دہرہ ایکسپریس روانہ ہوا
میں نے مصلحتاً اپنے ارادہ کو عام طور پر ظاہر نہیں کیا تھا اور چپکے سے چلا
جانا چاہتا تھا لیکن ٹیکہ لینے کی وجہ سے کچھ لوگوں کو میرے مقصد کا اندازہ
ہونے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روانگی کے دن باوجود شدید بارش کے اسٹیشن
پر ٹرین کے وقت محدود تعداد میں احباب واعزا جمع ہوگئے ٹرین چھوٹنے
کے وقت قاسم صاحب نظم خواں کا رقت کے ساتھ نعتیہ اشعار پڑھتے
ہوئے وداع ہونا میرے دل پر بعید اثر انداز تھا۔ ماموں میاں سید حافظ
عبدالقیوم صاحب مہتمم مدرسہ صدیقیہ جونپور کا مجھے چلتی ہوئی ٹرین پر
تا حد نگاہ تکتے رہنا خون کی محبت کا پتہ دے رہا تھا۔ گاڑی کئی گھنٹے
لیٹ تھی پھر بھی جن عزیزوں دوستوں اور کرم فرماؤں نے محبت کا
ثبوت دیا اسے میں کبھی بھول نہیں سکتا خصوصاً حافظ احمد صاحب
ساکن زیر مسجد کلاں کا پانی میں بھیگتے ہوئے آخر تک ساتھ رہنا اور جناب
قاسم صاحب کا رو رو کر مجھے نعتیہ اشعار سنانا بارگاہ رسالت میں سلام
عرض کرنے کی درخواست بار بار کرنا کیف سفر کو بڑھا رہا تھا جزاہم اللہ
تعالیٰ فی الدارین خیرا۔

بے تعلقی پر نہ محمول فرمائیں ۔ میرے حافظہ کی کمی تصور فرمائیں ۔ حالات سفر کے ساتھ بہت ہی مختصر طور پر بقدر ضرورت عوام مسائل حج و زیارت اور کچھ دعائیں بھی درج کروں گا کہ آئندہ مسافران حج جن کے ہاتھوں میں سفرنامہ ہو وہ اس کے مطالعہ سے حج و زیارت کی ادائیگی میں کچھ سہولت پائیں آخر میں ان نعتوں اور نظموں کو بھی جن کو ناتمام یا بالتکمیل جہاز پر یا حرمین شریفین کی حاضری کے پر سرور ایام میں تصنیف کر سکا ہوں شامل کر دیا ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ سفر حج سے پیشتر کے غیر مطبوعہ قصائد و مناقب وغیرہ کو بھی جزو تصنیف بنا دیا ہے تاکہ زائرین حرم کو نظم و نثر دونوں سے مکمل طور پر کیف و سرور حاصل ہو ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قلم کو غلطیوں سے محفوظ رکھے اور سفرنامہ کو مقبول خاص و عام بنا کر میرے لئے سامان نجات قرار دے ۔ آمین ۔

میرے احباب میری صاف گوئی سے واقف ہیں اگر سلسلہ واقعات میں کسی کے لئے کہیں شکایت کا پہلو پیدا ہو تو اسے صداقت بیانی کی بنا پر عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کرنا اخلاقی فرض ہوگا ۔

کہ میرے سفرِ حج پر ان کو ایسی مسرت تھی جیسے کسی عزیز قریب کو ہوتی ہے علما میں اختلاف عقائد کا تعصب عموماً پایا جاتا ہے موصوف کی بلند نظری اور عالی ظرفی کا معترف ہوں کہ میرے ان کے مابین عقائد کی شدت حائل نہ ہو سکی اور پوری ہمدردی کے ساتھ میزبانی کے فرائض ایک ہفتہ انجام دیتے حقیقت یہ ہے کہ جب بھی سفرِ حرمین کا خیال آئیگا حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کی مہربانیاں بھی یاد آتی رہیں گی۔

قیام لکھنؤ کے ایام میں میرے دوست شفیق احمد صاحب کلارک حنا بلڈنگ نے بھی بڑی محبت کا ثبوت دیا سفینہ ء عقیدت مجموعوں کو فروخت کرانیکی اہم کوشش فرماتے رہے موصوف کی تحریک سے ایک روز عالی جناب فجی میاں صاحب دام اقبالہ کی جائے قیام پر کلام سننے کیلئے مختصر نشست ہوئی۔ فجی میاں صاحب کی سخن فہمی بالخصوص نعتیہ کلام سے ذوق و شوق کی کیفیت میرے لئے ولولہ انگیز رہی اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پہلی ہی ملاقات میں فجی میاں صاحب نے دل پر کیا جادو کر دیا کہ برسوں کے ملنے والوں کی ملاقاتیں بھول گئیں میرے بعض نعتیہ اشعار پر موصوف کا اشکبار ہو جانا ان کے ایمانی سوز و گداز کا پتہ دے رہا تھا پروردگار انھیں بھی جلد شرف حج و زیارت سے مشرف فرمائے۔

آمین۔

۶

ایک ہفتہ لکھنؤ میں

لکھنؤ کا سفر مولانا عبدالرحیم صاحب کاکوروی کا شرف مصاحبت حاصل کرنے کے لئے تھا بحمداللہ مولانا موصوف نے لکھنؤ سے تا بمبئی میرے لئے بہت کچھ سہولیتں فراہم کیں میرے مجموعوں کی کچھ جلدیں اپنے حلقہ اثر میں نکلوا دیں اور بمبئی کے مخصوص دیندار حضرات سے تعارف کرا کے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیا۔ بالخصوص مولانا دوست محمد صاحب کی ملاقات سے طبیعت بہت مسرور ہوئی ۔

لکھنؤ میں عموماً قیام مولانا سید خلیل احمد صاحب کے دفتر آئینہ فنڈ میں کیا کرتا ہوں لیکن اس مرتبہ مولانا عبدالرحیم صاحب کے لائق بھتیجے مولانا عبدالعزیز صاحب کا مہمان رہا مولانا عبدالعزیز صاحب نے انتہائی خلوص کا ثبوت دیا ناچیز کے اعزاز میں کئی بار بزم سخن اپنی بلڈنگ میں منعقد کی اور ارباب سخن کے علاوہ اہل ثروت کو مدعو کر کے میرے مجموعوں کے نسخے ان کو دلواتے رہے آپ کی کوشش سے کافی کاپیاں فروخت ہو گئیں اور بعض متمول حضرات نے مجموعوں کی قیمت سے زیادہ قیمتیں پیش کیں ۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کی سعی بلیغ سے اتنے نسخے نکل گئے کہ ڈھائی سو روپئے جمع ہو گئے جن سے مصارف حج کی کمی پوری ہو گئی موصوف کے اس خلوص کا میں ہمیشہ مداح رہونگا

شائد میں گھر واپس آجاؤں اور سفر حج امسال ملتوی ہو جائے ۔ لیکن
بھائی علاؤالدین کی وجہ سے مجھے بڑی راحت پہونچی میرے ایک
ہم وطن منشی بیچن خاں صاحب نے بھی جو بسلسلۂ تجارت عرصہ سے بمبئی
میں مقیم ہیں میرے ساتھ بڑی ہمدردی کرتے رہے روزانہ مزاج پرسی
کیلئے آتے اور تا دیر پاس بیٹھکر دل بہلاتے رہتے مولوی دوست محمد
صاحب بھی دوران علالت میں بہت کام آتے رہے ۔ مولانا قاضی اطہر صاحب
مبارکپوری جمہوریت اخبار کے رکن ادارہ بھی بڑی دلجوئی فرماتے رہے
اور میں ان سے بہت انس پذیر ہوگیا تھا ۔ انجمن خدام النبی کے ممبران بھی
مجھ پر بڑے مہربان رہے مولوی احمد عبداللہ صاحب اکثر لاؤڈ اسپیکر
سے میری نظموں کا اعلان فرماتے موصوف کے اصرار سے ایک روز شدید
علالت کی حالت میں صابو صدیق کے مسافر خانے میں مجھے لاؤڈ اسپیکر
سے نظمیں سنانا پڑیں حجاج کا اجتماع تھا لنعتیہ نظمیں عقیدتمندوں
میں گرمئی حیات پیدا کردیتیں ذوق و شوق کا عالم ہی کچھ اور ہوجاتا۔
منیری صاحب کا میں بیحد ممنون ہوں کہ ان کی بدولت مجھے امید سے
زیادہ سہولتیں نصیب ہوئیں اور پاسپورٹ، ٹیکہ، انجکشن ہر مرحلہ
نہایت آسانی سے طے ہوا اور سفر جہاز کی تمام معلومات بغیر کسی
دقت کے حاصل ہوتی رہیں خدا منیری صاحب کو جزائے خیر دے ۔

لکھنؤ سے بمبئی

غالباً یکم ذیقعدہ کو میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی معیت میں بمبئی
کو روانہ ہوا۔ مولانا موصوف کئی بار حج کر چکے ہیں اپنے تجربوں سے مجھے فائدہ
پہونچاتے رہے۔ راستہ بڑے سکون و اطمینان سے طے ہو رہا تھا گاہ گاہ
شعر و سخن کے تذکرے بھی ہوتے رہے شعر و ادب سے مولانا کو ناقدانہ لگاؤ
ہے۔ میرے قصائد کو حاضر و غائب سراہا کرتے ہیں۔ المختصر بمبئی پہونچکر
آپ مولانا دوست محمد صاحب کے مہمان رہے اور میں حضرت مولانا کے
ایما سے دفتر جمعیۃ العلماء میں مقیم ہوا۔ مولانا دوست محمد صاحب
کی قیام گاہ دفتر جمعیۃ سے متصل ہے اس قرب سے میں بھی فائدہ اٹھاتا
رہا اور مولانا دوست محمد صاحب کی شفقتوں سے سفر کی دلچسپی بڑھتی
رہی۔

بمبئی میں ہفتہ سے زیادہ قیام رہا اور امید تھی کہ وہاں کے ادبی
حلقوں میں اپنے مجموعوں کی اشاعت سے زیادہ فائدہ حاصل
کرونگا جس سے سفر حج کے مصارف میں مزید آسانی ہو جائے گی
لیکن ایک ہفتہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ بخار اور کھانسی کی شدید شکایت
لاحق ہو گئی اور اسقدر طوالت کی شکل پیدا ہو گئی کہ اگر وہاں میرے
چچا زاد بھائی میاں علاؤ الدین پرنیومرس تیمار دار نہ بن جائیں تو

زائرِ حرم حمید صدیقی سے ملاقات ہوئی موصوف کو دیکھکر میں اپنی خوش فہمی سے بہت مسرور ہوا لیکن روانگی کے دن گودی پر یہ معلوم ہوا کہ میں شہر ناپرساں میں ہوں جہاں کوئی کسی کا شریک حال نہیں تا دیر تنہائی نے افسردہ خاطر رکھا۔

سفر حجاز کے متعلق میں حمید صاحب سے ہمیشہ گفتگو کرتا رہا اور وہ بعض اوقات خوش کن وعدوں سے میری طلب کو بڑھا دیا کرتے تھے اسی بنا پر جب میں ارادہ حج و زیارت میں مستقل ہو چکا تو خصوصیت سے حمید صاحب اور مولانا عبد الحئی صاحب سے ملنے کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا لیکن مجھے افسوس ہے کہ حمید صاحب نے اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ مجھے اپنے ارادۂ سفر سے آگاہ فرماتے بمبئی میں جب سرِ راہ ملاقات ہو گئی تو کہنے لگے کہ اس وقت تک مجھے اپنی روانگی کی امید نہ تھی حالانکہ بعد کے بیانات سے انھیں کی زبانی حقیقت بے نقاب ہوتی رہی یہاں تک کہ جدہ کرمہ تک پہونچتے پہونچتے میں نے محسوس کر لیا کہ مجھ سے اخفائے سفر اسلئے تھا کہ ممکن ہے شفیق کچھ اپنا بار ڈالدے۔

اسی طرح روانگی سے ایکدن پہلے جناب مولانا عبد الشکور صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے خواہش ظاہر کی کہ اگر مولانا کو تکلیف نہ ہو تو گودی جاتے ہوئے مجھے بھی ہمراہ لے لیں اور یہ گذارش پُر خلوص انداز میں تھی مولانا نے وعدہ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں تم ساتھ چلنا لیکن عین روانگی کے دن جب حاضر ہوتا ہوں تو بے توجہی پاتا ہوں اور آخر مولانا نے

اور انجمن خدام النبی کے جمیع ممبران کو زیادہ سے زیادہ ذوق دینی عطا فرمائے آمین۔ حقیقت یہ ہے کہ اراکین انجمن خدام النبی جس خلوص و محبت اور بے نفسی کے ساتھ خالصًا لوجہ اللہ ایام حج میں اپنا وقت زائرین حرم کی خدمات کے لئے وقف کر دیتے ہیں اسکا جواب نہیں۔ جمعیۃ العلماء کے زعماء اور حج کمیٹی کی طرف سے بھی حاجیوں کو آرام پہونچانیکا امکانی انتظام تھا لیکن انجمن خدام النبی کی خدمات کا جو والہانہ انداز تھا اس کی مثال کہیں نہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ اس مخلص ادارے کو حاجیوں کے باب میں زیادہ سے زیادہ اختیارات عطا کرے۔

بمبئی کے دوران قیام میں ایک روز عالیجناب تجمل کریم صاحب نے بھی ناچیز کے اعزاز میں مجلس مشاعرہ کافی اہتمام کے ساتھ منعقد فرمائی جسمیں بہزاد لکھنوی وغیرہ مشاہیر شعراء نے شرکت فرمائی۔ تجمل کریم صاحب بعد میں حسن اتفاق سے رفقاء سفر حجاز میں شامل رہے اور بحری جہاز سے آپ کا ساتھ رہا اسی جہاز سے حضرت مولانا حسرت موہانی اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی بھی عازم حجاز تھے۔ جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مولانا حسرت اور مولانا عبد الشکور لکھنوی اسی جہاز سے جانیوالے ہیں تو مجھے بڑی مسرت ہوئی اور سہولت سفر کی بڑی امیدیں قائم ہوئیں لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ روانگی سے دو روز پہلے سرلہ

حسن ظن کچھ کام نہ آسکا اور حضرت فاروق اعظمؓ کے قول کا تجربہ ہوا کہ سفر میں انسان کا جوہر معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کے کہنے سے بعض غیر ضروری چیزیں بمبئی سے خریدیں جو بعد میں بار معلوم ہونے لگیں تھوڑی سی تکلیف کا گوارا کر لینا بہتر ہے لیکن سفر میں کثرت اسباب سے ہر جگہ بار برداری مصیبت عظیم ہے بس بستر و چادر ایک تشتری ایک پیالہ ایک لوٹا چند جوڑے کپڑے ایک استرہ اتنا سامان تو قطعاً ضروری ہے باقی عیش طلبی ہے۔ غریب مسافر و نیز اس سے زیادہ سامان ہرگز نہ ساتھ لینا چاہیئے ورنہ بعض اوقات اطمینان قلب باقی نہیں رہتا۔ سفر حجاز کی مسرتوں اور زیارت گاہوں کی حاضری سے شرف اندوزیوں کی جگہ کثرت اسباب انتشار خاطر کا سبب بنجاتی ہے مگر یہ مشورہ اپنے ہی جیسے فارغ زائرین کے لئے ہے۔ ورنہ بقول حفیظ جونپوری

غربت کی اذیت بھی غریبوں کیلئے ہے   منعم تو سفر میں بھی مسافر نہیں ہوتا

بمبئی کے تین ہفتے کھانسی اور بخار کی شدید تکلیف میں گذر گئے اور قصد ہونے لگا کہ امسال نہ جاؤں لیکن مولانا صبغتہ اللہ صاحب فرنگی محلی نے یہ ارشاد فرما کر ہمت بڑھا دی کہ اگر اسی مرض میں موت آنی ہے تو ہندستان میں مرنے سے حجاز یا راہ حجاز کی موت بہتر ہے بقول علامہ اقبال۔

دیں اور کو حضور یہ پیغام زندگی   ہم موت ڈھونڈھتے ہیں زمین حجاز میں

یہ کہہ کر کہ میرے ساتھ سامان زیادہ ہے آپ دوسری سواری پر چلے جائیں بالکل مایوس کر دیا چونکہ سفر حجاز کا پہلا اتفاق تھا اسلئے میں حضرت مولانا کی مصاحبت چاہتا تھا ورنہ میرے چچا زاد بھائی علاؤالدین میاں اور شمس الدین سلمہ نے بہت اصرار کیا کہ آپ روانگی کے دن ہماری دکان سے رخصت ہوں تاکہ ہم لوگ اہتمام اور محبت کے ساتھ آپکو گودی تک پہونچائیں۔ مخلص ہموطن منشی بیچن خاں صاحب بھی اس پر مصر رہے، میرے شاگرد مشہور شاعر جناب وحشی جونپوری اور چند دیگر محبین اور ہموطنوں کا متفقہ اصرار یہی تھا کہ ہم لوگ آپ کو علاؤالدین صاحب کی دوکان سے ہی رخصت کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم کو مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالشکور صاحب حمید صدیقی پر تا آخر اس حد تک بھروسہ تھا کہ میں نے عزیزوں اور دوستوں ہموطنوں کی بات نہ مانی اور ناکامی کا منھ یوں دیکھنا پڑا کہ گودی تک تنہا جانا پڑا سفر حجاز سے بالکل ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے تنہائی نے اس وقت بہت اداس اداس رکھا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ گودی پہونچتے ہی ممبران غلام النبی نے سہارا دیا اور خصوصیت کے ساتھ عالیجناب منیری صاحب تو گویا خضر والیاس بنگئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ منیری صاحب کی دلنوازی کو میں اپنی نعتیہ نظموں کا قیمتی صلہ تصور کرتا ہوں۔

جب سے حمید صدیقی صاحب مولانا عبدالشکور صاحب مولانا حسرت موہانی صاحب

ہونگیں اور ملک عرب کے حدود میں پرواز نگاہ ہوگی ۔ حضرت مولانا انیق جونپوری کے اشعار ذیل اسوقت یاد آگئے اور میں جہاز پر اپنی جگہ گنگنانے لگا۔

لے چلا دل جانب کوے رسول   رہنمائے شوق ہے بوے رسول
جان قرآں مصحف روے رسول   کعبہ کا کعبہ ہے ابروے رسول
اٹھ رہی ہیں موجیں بحر شوق میں   جا رہا ہے قافلہ سوئے رسول
جب کبھی ہوتا ہے طیبہ میں گذر   مست کر دیتی ہے خوشبوئے رسول

روئے عالم سوئے کعبہ ہے انیق
روئے کعبہ ہے مگر سوے رسول

اس آخری جہاز پر دیار ہند کے اکثر مشہور و معزز لوگ عازم حجاز تھے ۔ حضرات ذیل سے جہاز میں بڑی چہل پہل رہی ۔

سید الاحرار حضرت مولانا حسرت موہانی
حضرت مولانا عبد الحق مدنی
حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی
حضرت مولانا فخر الدین شیخ الحدیث مراد آباد
حضرت مولانا صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی
حضرت مولانا جمال الدین عبد الوہاب فرنگی محلی
حضرت مولانا کرم علی صاحب ملیح آبادی

جہاز

غالباً ۲ ذیقعدہ کو محمدی جہاز سے دیار اقدس کی جانب روانگی ہوتی ہے
بعد نماز عصر جہاز کی سیڑھی پر قدم رکھتا ہوں ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ آج دنیا
کے ہر رنج وغم سے آزادی نصیب ہو رہی ہے گناہوں کی بیڑیاں کٹ رہی ہیں
جوش عبودیت ترقی پر بندگی اترا رہی ہے کہ بارگاہ نازمیں نیازمندوں کو طلب کیا
جا رہا ہے اور مجھ سا نا قابل دربار بھی قافلہ میں شامل ہے وہ تمام گذشتہ خواب
کے مناظر یاد آکر متحیر کرتے رہے جو شوق حرم میں عمر بھر دیکھا کئے ۔
بارہا جاڑے میں سو چکا ہوں اور آنکھ کھلی ہے تو وہی بستر غم اکثر دیکھا کہ جہاز
پر دیار حبیب کیلئے سوار ہوں اور بیحد مسرت ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
کو جا رہا ہوں نیند تمام ہوئی تو وہی گھر کا گوشہ غم کبھی اسی عالم خواب میں
بیت اللہ تک بھی رسائی ہوئی اور بارگاہ رسالت میں بھی حاضری کی لذت
نصیب ہوئی روضۂ انور سامنے ہے مزاج میں دیوانگی کا عالم ہے پھر خواب ختم
ہو جاتا ہے تو افسوس کرتا ہوں کہ ناحق آنکھیں کھل گئیں کاش دیر تک یہی
خواب دیکھتے رہتے ۔ آج صدیوں کا سویا ہوا نصیب بیدار ہے کہ خواب
کی باتیں ختم ہوئیں اب قسمت بیدار ہو چکی ہے خدا خدا کر کے جلد جہاز
رخصت کی سیٹی دے تو پھر بحر عرب کی موجوں میں تارہائے نظر خراماں
ہونگے اور اللہ نے چاہا تو آج کے پانچویں دن عدن کی پہاڑیاں سامنے

تقریباً غروب آفتاب سے کچھ پہلے شام ہوتے ہوتے جہاز چھوٹتا ہے
فرطِ مسرت سے تین ہفتے کی علالت سے مرجھایا ہوا دل دفعتہً شگفتہ ہونے
لگا شام قریب آرہی تھی مگر آج کی شام شامِ غریباں نہ تھی شب وصل کا
مقدمہ تھی بظاہر وطن چھوٹ رہا تھا لیکن دل یہ محسوس کرتا تھا کہ وادی غربت
کی مسافت ختم ہو رہی ہے اس لئے کہ منزل محبوب نزدیک تر ہونیکو تھی ۔ نماز
مغرب کی تیاری ہونے لگی وضو سے فارغ ہوئے ناگہاں موذن کی آواز
کانوں میں پہونچی دل تو بیدار ہو ہی چکا تھا ذوق بندگی بھی جاگ اٹھا شاعر
تو برسوں سے موذن کا شکوہ سنج تھا کہ

ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

لیکن خدا کی قسم آج ہی کی صدائے اذان سے پتہ چلا کہ موذن کتنا خوش
بخت ہوتا ہے ، نغمۂ بلال سے روح تازہ ہو رہی تھی آج کی اذان کا انداز لحن
بھی کچھ اور تھا بیت المعمور کے فرشتے نمازیوں پر متحیر تھے شائد اسوقت بھی
وہ سفک دماء کے اعتراض اور عالم الغیب کے جواب انی اعلم مالا تعلمون
کو یاد کر کے شرمندہ ہو رہے ہوں گے کہ یہ سمندر کی مہیب موجیں ادھر پانی
ادھر پانی چار سُو ہر طرف پانی ہی پانی طوفان کا اندیشہ تلاطم کی ہیبت انسان تو
انسان فضا میں پرندے تک نظر نہیں آتے ہو کا عالم جہاز کی حیثیت ایک
تنکے سے زیادہ نہیں سائنس کی انتہائی ترقی کے بعد بھی سننے میں اور دیکھنے
میں بھی آتا ہی رہتا ہے کہ جہاز میں آگ لگ گئی ۔ یا سمندر کے پہاڑ سے ٹکرا گیا

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
حضرت مولانا فضل احمد صاحب محدث امروہہ
زائر حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی
جناب مولانا عبد الجبار اعظمی
عالی جناب احمد برادرس صاحب امیر الحج
عالی جناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب لکھنوی دام اقبالہٗ
جناب مولانا قاسم صاحب شاہجہانپوری
حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لکھنوی
جناب مولوی عبید اللہ صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا عبد المجید حریری
عالی جناب حکیم احمد حبیب الرحمان صدیقی صاحب
جناب مولوی عبد الاحد صاحب سیتاپوری
عالیجناب مولانا مظہر احمد صاحب عرف ببشو میاں بھوپالی
عالیجناب مولانا قادر محی الدین صاحب معتمد انجمن خادم المسلمین کاچی گوڑہ
حیدرآباد دکن
عالیجناب راجہ غلام رسول صاحب بالقابہ
عالیجناب اقبال علی صاحب وکیل
عالیجناب مولوی رضا حسین صاحب مہتمم مدرسہ ضیاء الاسلام فتحپور بارہ بنکی۔

قدر دیار حبیب سے قافلہ قریب ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اذان عشار ہوتی ہے اور میں نماز جماعت کیساتھ پڑھ کر مختلف زائرین حرم کی ملاقاتوں میں کچھ وقت گذار کر جائے قیام پر آجاتا ہوں خوشی میں دیر تک نیند نہ آئی مولانا حسرت موہانی سے جہاز کی رفتار کو پوچھا مولانا نے فرمایا صبح تک جہاز سو میل سے آگے ہوگا شوق منزل بیتاب کر رہا تھا کہ جلد کامران آئے اور ملک عرب کا ایک شہر تو دیکھنے میں آئے شہر حبیب کی دھن میں وطن کی دوری گوارا تھی وہ وطن جہاں آبائی مکان ہے جس میں بھائی بہن اور دیگر اعزا آباد ہیں جس میں اکلوتی لڑکی بھی رہتی ہے جسمیں جسمانی زندگی کے تمام ساز و سامان چھوڑ کر آیا ہوں وہ وطن جسکا نعرہ لگاتے لگاتے ملک کے انقلاب میں حصہ لیا اور بدیسی حکومت کو ہٹا کے چھوڑا۔ وہ وطن جسکی خاک میں ماں باپ نانا دادا اور صدہا بزرگوں عزیزوں دوستوں محبوبوں کی ہڈیاں دفن ہیں۔ وہ وطن جہاں مسجدوں میں نماز و تلاوت کی مشق پیدا کی اور معبود حقیقی کے سجدوں کی تعلیم پائی وہ وطن جسکے سبزہ زاروں میں جذبات و احساسات کی تربیت ہوئی آج وہی وطن جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنی ہی خوشی بڑھتی جاتی ہے کہ کے شوق اور مدینے کی دھن میں کوئی تعلق سنگ راہ نہ بن سکا۔

اکلوتی لڑکی تک جس کی ماں نانی دادی خالہ کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے اور جسکی زندگی کا تنہا سہارا بظاہر اپنا ہی وجود ہے جس سے زیادہ دنیوی تعلقات میں محبوب تر کوئی نہیں وہ ام کلثوم بھی اسوقت فراموش ہے اور

ڈوب گیا۔ مگر محمدی جہاز پر محمدؐ کے دیوانے اس ذوق و شوق سے محو عبادت اور سرمست درود و سلام ہیں کہ قدرت کو پیار آ گیا ہو تو برمحل ہے۔

بچپن میں میلاد شریف کی محفلوں میں حضرت مولانا ایقؔ جونپوری کی سنی ہوئی نعت کے اشعار ذیل یاد آ گئے اور میں گذرے ہوئے خوابوں کو بیداری کے عالم میں دیکھنے لگا۔

سفر ہے بسوئے مدینہ ہمارا ۔۔۔ ہے بحر عرب میں سفینہ ہمارا

پہونچ جائینگے اک نہ اک دن وہیں پہ ۔۔۔ یہی کہہ رہا ہے قرینہ ہمارا

یہ فیض خیال رخ مصطفےٰ ہے ۔۔۔ کہ رشک گلستاں ہے سینہ ہمارا

نہ بھولیں گے تا حشر نام محمدؐ ۔۔۔ کہ خاتم ہے دل وہ نگینہ ہمارا

ایقؔ اسلئے دل بہت مطمئن ہے
کہ حامی ہے شاہ مدینہ ہمارا

نماز مغرب کے بعد جہاز کے ملازمین کھانا تقسیم کرتے ہیں میں نے بھی مولانا حسرت موہانی کے ساتھ کھانا کھایا کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کے بعد جہاز کی چھت پر جا کر دیکھتا ہوں تو عالم ہی جدا گانہ نظر آتا ہے نہ وہ بمبئی کا ساحل ہے نہ فلک بوس عمارت نہ بجلی کی روشنی کی قطاریں ہاں دور سے ابھی کچھ روشنی کے آثار دکھائی دیتے تھے لیکن دل اس روشنی سے راضی نہ تھا جی یہی چاہ رہا تھا کہ یہ بمبئی کے تمام نشانات و علامات اور بھی دور تر ہو جائیں کیوں کہ یہ جتنے ہی دور ہوں گے اسی

کے لیے جگہ جگہ جانبِ مشرق نگراں ہو گئے ان خوش نصیبوں میں یہ گناہ گار بھی تھا جسکی زندگی جلال کو بھی جمالیاتی نکتہ نظر سے دیکھنے کی خوگر تھی وہ آج اپنی عمر میں پہلی بار اس بیدار کن منظر کو کسطرح نظر انداز کر سکتا تھا۔

اجالا بڑھنے لگا۔ نیچے آسمان ستاروں سے صاف ہو گیا فلک کے کنارے سرخی دوڑنے لگی گویا عروسانِ مشرق نے اپنے اپنے سرخ دوپٹے جو رات بھر شبنم میں نم ہو چکے تھے فضا میں پھیلا دئے کہ آفتاب نکلنے کا وقت ہے دھوپ میں یہ دوپٹے خشک ہو جائیں تو ان پر رشتہ ہائے شعاعی سے زرکاری کیجائے یکایک معلوم ہوا کہ جیسے کوئی الھڑ دوشیزہ نہائی ہوئی پانی سے سونیکی تھالی اچھال دے نیزہ بان چمکتا ہوا ابھرا اور حیاتِ نو کا پیغام بن کر سمندر کی موجوں کو اس کی شوخ کرنیں گدگدانے لگیں۔

دھوپ تیز ہونے لگی اور مسافرانِ جہاز میں چکر، متلی قے کا دورہ شروع ہوا گویا آلائشِ مادی کا تنقیہ شروع ہوا۔

مجھے خدا کے فضل سے چکر یا قے، ابکائی وغیرہ کی شکایت نہیں ہوئی لیکن اندر سے جی کبھی کبھی مالش کرتا سامنے کے مسافروں کو قے کرتے متلاتے دیکھکر کہیں معلوم ہونے لگتی تھی جسکی وجہ سے بھوک نہ معلوم ہوتی تھی اور مسلسل پانچ دن بسکٹ اور پھل پر گذارہ کئے پانچ یوم گذر جانے کے بعد جب آنیوالی شب میں عدن کی پہاڑیوں کی آمد آمد کی دھوم مچی تو دل کو انبساطی کیفیت محسوس ہونے لگی اور صبح ہوتے ہوتے جبکہ دور کی روشنی بھی لگا ہوں

بھی جی چاہتا ہے کہ اگر اس وقت مجھ میں اور لخت جگر ام کلثوم میں ایک ہزار میل کا
فاصلہ ہے تو جلد اس سے زیادہ فاصلہ ہو جائے اور وہ تمام درمیانی منزلیں ختم
ہو جائیں جو بیت الحرام کے درمیان میں حائل ہیں دور سے بچارے کرتے کرتے
عمر ختم ہو رہی ہے اب وہ وقت بھی تو آئے کہ اپنا پیارا قبلہ سامنے ہو اور سر جھکا
ہو اور وہاں سجدہ کروں جہاں رکوع و سجود کے معلم نے خود سجدہ فرمایا لطیف
انبساط افزا خیالات میں نصف شب کے بعد نیند آئی یہاں تک کہ اذان فجر نے
پھر بیدار کیا میرے لئے نماز فجر کیلئے اٹھنا بڑی مصیبت کا کام ہوتا ہے خدا کا خوف
بستر سے اٹھاتا ہے لیکن خدا کی محبت اس موقع پر ساتھ نہیں دیتی خوش نصیب
کہ آج خوف نہیں بلکہ محبت سہارا دے رہی ہے مشتاقانہ بستر سے اٹھکر وضو کرتا
ہوں ستارے جھلملا رہے تھے اور میں جہاز کی چھت سے کبھی سمندر کا نظارہ
کرتا کبھی آسمان کے تاروں سے باتیں کہ تمہاری روشنی ختم ہو رہی ہے تو میرے
سینہ و دل کے داغوں سے اکتساب نور کر لو جہاز کے کئی حصے میں نماز با جماعت
ادا ہوتی رہی قبلہ بشو میاں بھوپالی کا الصلوۃ الصلوۃ کہتے ہوئے سونیوالوں کو
جگاتا پے درپے اذانوں کی صدائیں دل ہر لحن پر کہتا کہ خوش بخت موذن
کو کیا بروقت خدا یاد آرہا ہے وہ ذوق عبودیت وہ شوق سجدہ وہ عبادت
کی کشش وہ نمازیوں کا ولولہ معلوم ہوتا تھا کہ سطح آب پر ایک متحرک مسجد
رواں دواں ہے ۔

نماز سے فارغ ہو کر لوگ آفتاب کے طلوع ہونیکا بصیرت نواز منظر دیکھنے

کیوں کہ قرنطینہ کے زمانے میں اسی شہر سے کامرانی کا آغاز ہوتا تھا اور عازمین حج کو پہلا مقام زیارت کیلئے نصیب ہوتا تھا میں نے بھی بکمال اشتیاق ساحل کامران کا نظارہ کیا لیکن رات ہو جانے کی وجہ سے نظارہ ناتمام رہگیا پھر بھی اس تصور میں رات خوشیوں میں گذری کہ جس کامران کو عالم تصور میں للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے آج پوری شب اسی کے ماحول میں بسر ہو رہی ہے فرط عقیدت کا اثر اشعار کی صورت اختیار کرنے لگا اور صبح ہوتے ہوتے کامران پر پوری نظم موزوں ہو گئی جسکو مولانا اکرم علی صاحب نے اپنی تقریر کے بعد پڑھنے کیلئے کہا موصوف کی تعمیل ارشاد میں ناچیز نے تازہ نظم پڑھکر سنائی وہ نظم دوسری نظموں کیساتھ حصۂ منظومات میں ناظرین پڑھینگے ۔

بڑا شوق تھا کہ کامران بھی دیکھنے میں آئیگا لیکن امیر الحج نے کامران پہونچنے سے پیشتر ایک پارٹی دی تھی جسمیں چند ممتاز حضرات اور اہل علم جمع ہوے تھے ناچیز کو بھی پوچھا گیا تھا لہذا شریک ہوا پارٹی کے اختتام پر لائق امیر الحج نے ایک تقریر فرمائی جسکے آخر میں کامران کا بھی ذکر آیا اور فرمایا کہ کامران میں ملیریا کی شکایت ہے اس لئے عازمین حجاز وہاں جانیکا قصد نہ کریں سال گذشتہ کچھ لوگ کامران کی سیر کو گئے واپسی میں ملیریا کی شکایت لیکر آئے اور بیمار ہو کر ہفتوں جھیلے لہذا ہمارے حاجیوں کا قافلہ وہاں اترنیکا ارادہ نہ کرے ۔

سے چھپ گئی تو اب کامران کی منزل کا اشتیاق بے چین کرنے لگا اور کیف و سرور کی فراوانی نے مالش کی تکلیف کو ختم کر دیا اور مجھے اس موقع پر تجربہ ہوا کہ جوش و مسرت سے بھی بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے میرے جسم میں توانائی آ چلی اور اب کامران کے اشتیاق میں بار بار جہاز کی چھت پر جانے لگا کر مفرباؤں سے ملاقاتیں بھی بار بار ہونے لگیں سقوطرہ ختم ہونے کے بعد اب عام مسافران جہاز کی حالت بہتر ہو چلی تھی کیونکہ سقوطرہ تک سمندر جو متموج تھا وہ عدن پہونچتے پہونچتے بہت کم ہو گیا۔

ناچیز نے حضرت مولانا اجمال میاں فرنگی محلی عالیجناب احمد برادرس امیر الحج، عالیجناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب، حضرت مولانا حسرت موہانی صاحب وغیرہ کی تحریک سے چند نظمیں بھی لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ کر سنائیں پہلی نظم کے وقت مولانا اجمال میاں نے ناچیز کا تعارف کرایا وہ عازمین حج میں جو پہلے شاعروں یا اخبارات و رسائل کی وجہ سے واقف تھے ان کی طرف سے پیہم اصرار ہونے لگا پھر تو جدہ تک کبھی کبھی نظموں کا سلسلہ رہا — حمید صدیقی صاحب اور بعض دیگر خوش ذوق حضرات نے بھی نظموں اور تقریروں سے روحانی زندگی کو عروج پر پہونچا دیا۔

چند دن گذر کر قریب شام کامران آجاتا ہے اور جہاز رات بھر کے لئے لنگر انداز ہو جاتا ہے۔

سفرناموں میں جب کامران کا ذکر آتا تھا تو مجھے کشش محسوس ہوتی تھی

یلملم

میقات اہل ہند

میقات اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے عازمین حج پر احرام باندھنا واجب ہوجاتا ہے مسلمانان ہند جو براہ جدہ حج و زیارت کو جاتے ہیں ان کا میقات یلملم ہے روانگی کے ساتویں دن یلملم کی آمد آمد کا شور ہے جہاز پر دھوم مچی ہوئی ہے عید سے زیادہ خوشی منائی جارہی ہے زندہ دلوں کا تو کیا کہنا مجھسا غمزدہ جسکو گمان تھا کہ جوان فرزند کی موت کے بعد اب کبھی ہونٹوں پر تبسم نہ ہوگا آج حرم الٰہی کی حاضری کی مسرت نے نقش غم کو ایسا مٹا دیا ہے کہ گویا آج زندگی مسرت کا نام ہے۔

بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر زندگی میں نور نظر صلاح الدین مرحوم کی جواں مرگی سے بڑا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تو اس میں بھی کلام نہیں کہ آج کی خوشی سے بڑھکر گذشتہ ایام حیات میں کوئی خوشی نصیب نہیں ہوئی۔

حاجی محمد کریم صاحب فرسٹ کلاس کے درجہ میں تھے فرسٹ کلاس والوں کے لئے گرم و سرد دونوں قسم کے پانی کا انتظام رہتا ہے اور میٹھا پانی ہر وقت ملتا ہے۔ موصوف نے مجھے اپنے فرسٹ کلاس کے غسل خانے میں نہانے کی اجازت دی حجامت بنوا کر میں غسل خانے میں داخل ہوا اور خوب اطمینان سے غسل کر کے جامۂ احرام سے آراستہ ہوکر جسوقت لبیک کہتا

اس تقریر کے بعد جتنے کامران کے شائقین تھے ان کے ارادے بدل گئے
اور ناچیز بھی اسکی سیر سے محروم رہ گیا۔
طلوع آفتاب کے وقت ہی چھوٹی چھوٹی کشتیاں آبادی کی جانب
سے جہاز کی طرف متحرک ہونے لگیں اہل جہاز خریداری کے لئے جہاز کے
بالائی حصہ پر جمع ہو گئے۔
لیجئے کشتیاں قریب آگئیں کھجوریں سگریٹ کے ڈبے۔ مچھلیاں۔
انناس کے مربے وغیرہ خریدے جانے لگے۔
یہاں غوطہ خوروں کی ایک جماعت غواصی کے فن میں بڑی مہارت
رکھتی ہے لیکن ان کی غربت پر بیحد افسوس ہوا۔ حجاج اوپر سے پیسے۔
ادھنے، اکنیاں پھینکتے تھے اور یہ لوگ فوراً غوطہ لگا کر منھ میں رکھ
لیتے تھے کیا مجال ہے کہ ایک پیسہ بھی تہ نشیں ہو سکے۔ یہ منظر
حاجیوں کے لئے ایک تماشا تھا پیسوں کی بارش ہو رہی تھی اور
غوطہ خور اپنا کمال دکھا رہے تھے خدا انھیں خودداری کی توفیق بخشے
۱۹۳۱ء سے قرنطینہ کی عام رسم میر نیرنگ صاحب انبالہ کی
کوشش سے بند ہو گئی اور حاجیوں کو بڑی مصیبت سے نجات حاصل
ہو گئی۔

کرسیوں پر فاضلین ہند رونق افروز ہیں رسمی گفتگو کے بعد حکم ہوتا ہے کہ تازہ
کلام سناؤ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ناچیز کی شاعری بالخصوص قصیدہ
گوئی کے بیحد مداح و قدر داں ہیں ان کے حکم کی تعمیل کیوں کر نہ ہوتی۔
حوصلہ افزائی کرنیوالوں میں حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی بھی تشریف
رکھتے تھے جن کی میرے دل میں بہت ہی عزت ہے پھر تو دل کھول کر مختلف
اشعار اور ایک قصیدہ نعتیہ سنایا دیر تک کیف و مسرت کا عالم طاری رہا اس
وقت رحمت الٰہی نے گویا نئی زندگی بخشاری تھی کہ نہ غم دنیا تھا نہ اندیشۂ عقبیٰ۔
دوسرے روز عالیجناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب لکھنوی اور حضرت
مولانا جمال میاں کی جائے قیام پر بھی نظم خوانی کا سلسلہ رہا جسمیں چوٹی
کے اہل علم تشریف رکھتے تھے۔

جدہ شریف

نہ جانے کتنی بار عالم خواب میں جدہ شریف کی سیر ہو چکی تھی۔ آج
ذی الحجہ کی تیسری تاریخ ہے احرام پوشوں کو بے انتہا خوشی ہے
منزل مقصود کے آثار نظر آنے لگے دور سے حجاز کی پہاڑیاں جھلک
دکھانے لگیں سامان باندھے جانے لگے جہاز کے بالائی عرشوں پر زائرین
انتہائی بے چینی کے ساتھ ان دھندلے آثار کی جانب نظر دوڑا رہے
جو ابھی زیادہ فاصلے پر ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد لبیک کے نعرے

ہوا باہر آتا ہوں محبین دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں اور باہم مبارکباد کا شور ہوتا ہے لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے جہاز گونج اٹھتا ہے جامۂ احرام کو بعض حضرات نے کفن سے تشبیہ دی ہے۔ اپنا اپنا ذوق ہے مجھے تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ شان کریمی نے بارگاہ خاص سے بگینا ہی کا خلعت بھیجا ہے عمر میں کبھی ایسی صفائی قلب محسوس نہ ہوئی تھی جو پاکی و نفاست اسوقت حاصل تھی معلوم ہوتا تھا کہ سارے گناہ دھل گئے بلکل پاک وصاف ہو کر جسم و روح دونوں کی مکمل طہارت کے ساتھ غسل خانہ سے نکلا ہوں یہی کیفیت ہر حاجی کی تھی اللہ کی محبت اسقدر غالب نظر آتی تھی کہ ناچیز سے بد ترین کائنات کو حیرت ہو رہی تھی کہ خدائی میں سب سے بدکردار کوئی ہو سکتا ہے تو میں ہوں لیکن آج اس مفلس بندے کو محبت الٰہی کی بے زوال دولت نصیب ہو رہی ہے اور بندہ نوازی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا مجھ سا سگ دنیا اور خداوند قدوس کی محبت کا نور جوش بندگی میں یلملم کی آمد آمد پہ نظم کہہ ڈالی جسکا مطلع ہے۔

بشوق عامۂ احرام بیتابی کا عالم ہے حرم کے جانیوالو آمد آمد یلملم سے ہے

یہ نظم بھی اطرزن حصۂ نظم میں ملاحظہ فرمائیں گے :-

میں احرام پوشی عالم سرور میں اپنی جگہ مست و سرشار بیٹھا ہوا تھا اگاہ تجمل کریم صاحب تشریف لائے کہ چلئے مولانا عبدالرحیم صاحب یاد فرما رہے ہیں میں اٹھ کھڑا ہوا اور فرسٹ کلاس کی بالائی نشستگاہ میں پہونچکر دیکھا کہ

طے کر لی ہے اسباب اسی پہ رکھا جا رہا ہے مولانا حسرت کو اور ناچیز کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مولانا حسرت نے فرمایا مزدور تلاش کر و لیکن کوئی مزدور بروقت نہ مل سکا ناچار میں نے کئی بار مشقت کر کے اپنا اور حسرت صاحب کا سامان باوجود ناتوانی خود جمال میاں کی جائے قیام تک پہونچایا شوق و مسرت کے جوش و خروش کے وقت معلوم ہوتا ہے انسان کی طاقت ترقی کر جاتی ہے مجھ سا دبلا پتلا کمزور آدمی اور اتنے سامان کی بار برداری جسے دو مزدور ملکر بھی نہ اٹھا سکیں نیچے سے جہاز کے بالائی حصے پر کئی منزلیں طے کرتے ہوئے پہونچانا غالبًا سفر حرمین کی برکت تھی سامان جمال میاں کی لانچ پر پہونچ چکا تو یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ قنصل جدہ حضرت مولانا عبد المجید حریری مدظلہ العالی گلے ملتے ہوئے چلے آرہے ہیں - میں نے قریب پہونچکر سلام کیا مجھ سے بھی مسرت کی گرمجوشیوں کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ مجھ سے مل کر جانا ایک نشست نہایت پاکیزہ ہو جانی چاہئے تم بھی ہو اور اب کے سال مولانا حسرت موہانی بھی ہیں مدتوں سے مشاعروں کو ترس رہا ہوں کچھ تو تلافی ہو جائے گی۔ اس پر مسرت ملاقات کی لذت ایک نفسیاتی جذبہ تھا جو وطن سے دوری پر بڑی شدت سے ابھرتا ہے حریری صاحب کے صاحبزادے عبید اللہ میاں تو جہاز کے رفتار میں تھے ہی اسوقت خود حریری صاحب کا ہموطنوں سے شگفتہ مزاجی کے ساتھ گلے ملتے ہوئے نظر آنا قبول حضرت

بلند ہوتے ہیں چلتی پھرتی آبادی مجاہدین کا لشکر بنی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے
برہوئے آب غازیان اسلام کا ایک متحرک قلعہ چلا جا رہا ہے اور فتح و نصرت
ان کے استقبال کو چلی آرہی ہے۔

لیجئے حرمین شریفین کو جانیوالی پہاڑیاں اب صاف دکھائی دینے لگیں
ایک جانب مکہ معظمہ کے پہاڑوں کی صف بندی ہے تو دوسری طرف یہ معلوم
ہوتا ہے مجبوبان طیبہ کے خیمے قطار در قطار پھیلے ہوئے ہیں جو نئے آنے
والوں کو جادۂ منزل کا پتہ دے رہے ہیں کہ آؤ اور دشت پیمائی کے مزے
لو چاک داما لوں کو مبارک ہو کہ وادی محبوب کی ہوائیں بلا رہی ہیں۔

اسطرف کا ہمکو ہم بادیہ پیما آتے کوئے جاناں کی ہوا جا کے لگا لائی ہے

ساحل جوں جوں نزدیک ہوتا جاتا ہے سمندر کا رنگ آب بدلتا جاتا
ہے نیلے پانی کی جگہ سبز پانی لے رہا ہے بحری پہاڑوں کے نشانات جابجا
ابھرے نظر آتے ہیں۔

لیجئے جہاز لنگر انداز ہو گیا ساحل تقریباً یہاں سے ڈھائی میل ہی یہاں
سے جدے کے بلند مکانات صاف نظر آرہے ہیں۔ جہاز کا آج آخری کھانا
تقسیم ہو رہا ہے ہم کھانے سے فارغ ہوتے ہی پھر بالائی عرشہ پر حرمین طیبین
کی طرف جانیوالی پہاڑیوں کو محبت کی نظر سے دیکھنے لگے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ
لطف نظارہ میں گذرا تھا کہ مولانا حسرت موہانی کے ساتھ ناچیز کو حضرت
مولانا جمال میاں نے یاد فرمایا معلوم ہوا کہ جمال میاں نے کرائے کی لانچ

محبوبیت کا پوچھنا کیا آج ہی تو معلوم ہوا کہ یہ خاک اور اس کے گرد و غبار جس سے ہم دامن بچاتے ہیں ان میں کتنی جاذبیت ہے۔ آج تو زمین پر لوٹنے کو جی چاہتا ہے پھر زمین بھی ملک حجاز کی۔ جدے کے ساحل پر پہونچتے ہی سیدنا عثمان ذی النورین کا یہاں غسل فرمانا جماعت صحابہ کا تشریف لانا رسول نہیں تو رسول کے دیکھنے والوں کے مبارک قدموں سے زمین ساحل کا مشرف ہونا بہت سی گذری ہوئی بہاریں یاد آ کر ولولۂ دل کو ترقی دینے لگیں۔

حضرت مولانا حسرتؔ موہانی کا امسال بارہواں حج تھا ان کے معلم ہمیشہ سے سید علی حکیم صاحب ہوتے ہیں سفر حج و زیارت میں بغیر معلم کے چارہ کار نہیں میں نے بھی مولانا کے اعتماد پر سید علی حکیم صاحب کے وکیل کو پاسپورٹ دیا اور کچھ دیر اسباب کی فراہمی اور دیکھ بھال میں گذار کر جمال میاں کی سپردگی میں حجاج منزل کیطرف فلہ روانہ ہوا۔ جدے میں اب تک کوئی مسافر خانہ نہ تھا حجاج سڑکوں پڑے رہتے تھے حجاج منزل گو ابھی ابتدائی تعمیر میں ہے لیکن پھر غنیمت ہے کہ حجاج کو پاؤں رکھنے کی جگہ تو مل گئی۔ خدا کرے عمارت جلد پایۂ تکمیل کو پہونچے۔ جدے کا تمدن اب بہت ترقی پر آج کا جدہ ۲۵ء کا جدہ نہیں ہے کہ جب آبادی کا تخمینہ ہزار تھا اب تو پختہ اور عمدہ سڑکیں بجلی کے قمقمے دور تک موٹروں

ذوق دہلوی حضرت مسیحا کی ملاقات سے زیادہ لطف دے رہا تھا۔
اب جدے کا درمیانی فاصلہ بہت ہی شاق ہو رہا تھا تمنا کا تقاضا
تھا کہ کسیطرح پر پرواز پیدا ہو جائے اور اڑ کر پار ہو جاتے۔ اپنا تو یہ
حال تھا کہ مسلسل حجاز کے پہاڑوں پر نظر جاتی تھی اور جوش جنوں کہتا
تھا چلو اسی دامن کہسار میں چاک دامانی کر دا ور فاضل بریلوی حضرت
مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کا یہ شعر گاہ گاہ ورد زباں ہو جاتا۔

مرد اے جوشش گریہ بہا دے کوہ و صحرا کو
نظر آجائے عالم بے حجاب اس پاک تربت کا

تقریباً دوپہر کے وقت حضرت مولانا جمال میاں کے ہمراہ لانچ پر
روانگی ہوتی ہے چلتے وقت ان رفیقان جہاز کا چھوٹنا رنج دینے
لگا جو اب تک اجتماعی طور پر ہمصفیران چمن کی طرح نغمہ سنج محبت تھے۔
اب پانی اس قدر سبز رنگ کا جھلکنے لگا کہ ماء خالص کا گمان نہ ہوتا تھا
اور اب محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے ہرا رنگ گھول کر ڈال دیا ہے تو
گنبد خضرا کی مناسبت سے یہ منظر اور بھی دلکش نظر آنے لگا۔ گویا دونوں
کی سرسبزی و شادابی کا مژدہ جانفزا آنیوالی بہار کا پیام فرحت
آفریں موجوں کی زبانی سنایا جانے لگا۔
کشتی ساحل سے آ لگی بحر ذخار دریائے بیکنار کا منظر ختم ہوا۔
نویں دن خاک نشینوں کو پیاری زمین پھر نظر آئی اور آج زمین کی

ہیں جیسا کہ ہندوستان میں کبھی چالیس برس پہلے بزرگوں سے اس کا رواج سننے میں آتا ہے مسافروں کو پیشاب پاخانہ کی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مقابلہ میں وہاں پانی کی قلت اور مصیبت میں جاتی ہے۔ خدا کرے حجاج منزل اس کمی کو بھی پورا کر سکے حجاج منزل میں چند پاخانے بھی ہیں لیکن مہتروں کے نہ ہونے سے وہ بیحد گندے ہوتے ہیں حج کے زمانے میں جب مسافروں کا ہجوم ہوتا ہے تو وہ چند پاخانے کافی بھی نہیں ہوتے اور غلاظت بہنے لگتی ہے قدم رکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مسافرانہ دشواریوں کے ساتھ جدے میں پانی کی قلت اور حوائج ضروریہ کی مصیبت ایسی ہے کہ طہارت پر اطمینان مشکل ہو جاتا ہے اور اس مبارک و مقدس سفر میں طہارت کا بھی زیادہ خیال رہتا ہے قلیل رقم والے حاجی کو بڑی طوالت پیش آتی ہے حوائج ضروریہ کی تکلیف کے سوا مجھے کسی قسم کی فکر نہ تھی خوشی ہی خوشی محسوس ہو رہی تھی جس وقت سوچتا تھا کہ شام تک مکہ معظمہ کی زمین اقدس پر ہوں گا تو مسرت سے زیادہ حیرت ہوتی تھی۔ بقول مولانا حسرت موہانی۔

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہونچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب

عقیدت کا یہ طریقہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یا تو صلحا کے مزارات اور اولیاء اللہ کے آستانوں کی زیارت کے شوق میں اہل و عیال کو ساتھ لے کر دور دور

کی مسلسل آمد و رفت، آراستہ دکانیں، سجے ہوئے ہوٹل۔ عہد گذشتہ کے لحاظ سے پانی کی بھی ایک حد تک آسانی اور بہت کچھ چہل پہل ہے۔ لیکن افسوس جتنی ہی ترقی کے آثار نشو و نما پاتے جاتے ہیں روحانیت گم ہوتی جاتی ہے۔ خیال تھا کہ جدے کو دیکھ کر فرنگی محل اور اجمیر شریف کی یاد فراموش ہو جائے گی۔ مگر جدے بھر میں شیخ لفیف کے سوا کسی عالم ربانی کا پتہ نہ ملا۔ دیار اقدس کی شکایت کا پہلو ہے اس لئے زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ خدا مسلمانان عالم پر رحم فرمائے۔

میں بہرحال جدے کو حجاز کا ایک شہر یقین کر کے اپنی جگہ اس قدر شاداں تھا کہ مولانا حسرت موہانی صاحب میری غیر معمولی مسرت اور ہنستا ہوا چہرہ دیکھ کر بول اٹھے کہ جدے پہونچکر نفسی نفسی کا عالم ہے۔ ہر شخص فکر منزل اور سفر کی عام صعوبتوں سے متاثر و حیراں ہے میں ایک تمھیں کو بے فکر اور خوش حال دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا پاؤں کی زنجیر سمندر کی موجیں تھیں سمندر پار کر چکے اب کعبۂ مقدسہ اور مدینہ منورہ جانے میں کیا دشواری ہے۔ پھر سفر کی عارضی پریشانی کا احساس کر کے اپنی رسائی کی خوشی کو کیوں برباد کر دوں اسی جدے کے ساحل کا تو برسوں سے اشتیاق تھا آج وہاں پہونچکر بد دلی کا کیا سوال ہے۔ جدے میں اگر میں نے کوئی تکلیف محسوس کی تو حوائج ضروریہ کی۔ جدے میں بھنگیوں کی قوم نہیں۔ مکانوں میں گھرے سنڈاس ہوتے

دور سے کالی کالی پہاڑیاں وہ جذب و کشش پیدا کرتی ہیں کہ ایمان کا سرور محسوس ہونے لگتا ہے اور دیار حبیب کی طرف پاپیادہ چلنے والے تو دشت پیمائی و دیوانگی میں زندگی محسوس کرنے لگتے ہیں۔

حجاج منزل

مولانا حسرت موہانی کے اعتماد پر حضرات ذیل نے سید علی حکیم صاحب کو معلم منتخب کیا تھا اسی وجہ سے ان کا قیام مختصر قافلہ کی شکل میں حجاج منزل کے اندر ہوا۔

مولانا جمال میاں فرنگی محلی عالیجناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب محترمہ بیگم صاحبہ عبدالحمید مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی۔ اقبال علی صاحب وکیل بیگم اقبال علی بیگم جمال میاں مع اطفال خوردسال۔

خاکسار بھی انھیں حضرات کے ساتھ حجاج منزل میں ٹھہرا۔ خاکسار کی شمولیت محض اتفاقی تھی بالقصد ساتھ اختیار نہیں کیا گیا تھا لیکن حضرت جمال میاں اور ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے میرے ساتھ کسی امتیاز کو روا نہ رکھا اور بڑے شریفانہ اخلاق سے پیش آتے رہے۔ شفقت کی امید مولانا حسرت اور مولانا صبغۃ اللہ سے تھی لیکن مولانا صبغۃ اللہ صاحب پر لکھنوی عصبیت میرے باب میں اسقدر غالب آگئی ہے کہ وہ ملت پر عملی طور

کا سفر ذوق و شوق سے کیا جاتا ہے اور ان آستانوں پر پہونچ کر گرویدگی
کی شان پیدا کی جاتی ہے اور یا جدہ ہو حجاز شریف کا ایک تاریخی شہر
ہے جہاں صحابہ کرام کے قدم آچکے ہیں جن کے نقش پا پر غوث و اقطاب
کی گردنیں خم ہوتی ہیں اور جن کی گذرگاہ پر اجمیر و بغداد کی عظمت بھی
شیدا ہے وہاں پہونچ کر حجاج اور عام طور پر سفرنامہ حجاز لکھنے والے
پریشانیوں کے گلہ مند نظر آتے ہیں ایک بزرگ تو اپنی تصنیف میں جدہ کی
منزل کو قبر کی پہلی رات سے تشبیہ دیتے ہیں دیار دوست کی منزل اور
قبر کی تاریک رات کی مثال ذوق راہ حجاز کا کتنا معقول ثبوت ہے -
استغفر اللہ - گذرگاہ اصحاب رسول ہونے کے علاوہ جدہ شریف مہبط
ام البشر حضرت حوا علیہما السلام ہے - شہرت عام کی بناء پر آپ کا
مزار مبارک بھی اسی سرزمین پر ہے -
سفر کی پریشانیوں کا لحاظ کیا جائے تو جدہ پر کیا ختم ہے منا و مزدلفہ
و عرفات ہر مقام پر اکثر طوالت کا سامنا ہوتا ہے لیکن انھیں سرگردانیوں
ہی کا نام تو حج ہے - سفر حجاز تو ذوق بندگی اور جذبۂ محبت کا سفر
ہے سرگردانیوں میں بھی شوریدہ مزاجوں کو عشق کی لذت حاصل ہوتی
ہے ہو • مجھے تو نسبت محبوب کی بناء پر بہت ہی پر فضا نظر آیا خدا پھر اس
فضا میں پہونچائے - آمین -

بستر پلنگ پر لگانا پڑا پھر مجھ سے اصرار کے ساتھ ارشاد ہوا کہ آپ کے لئے بھی میں نے تخت بچھا رکھا ہے بستر اٹھا دیجئے میں نے موصوف سے معذرت کی کہ مجھے پڑا رہنے دیجئے کوئی تکلیف نہیں ہے اور اب نیند بھی آرہی ہے اگر بستر اٹھاؤنگا تو نیند جاتی رہے گی۔ موصوف نے پھر اصرار کیا میں نے پھر عرض کیا کہ صداقت سے کہتا ہوں مجھے قطعاً تکلیف نہیں آپ کی دلنوازیوں کا بیحد ممنون ہوں لیکن گذارش اور خواہش یہی ہے کہ مجھے زمین ہی پر سونے دیجئے۔

مجھے اس سفر میں لوگوں کے ظرف و اخلاق کا بڑا اندازہ ہوا اور مردم شناسی کا خاص موقع ملا۔ حضرت مولانا جمال میاں صاحب کو علم، اخلاق فیاضی، ذہانت۔ جامہ زیبی۔ وجاہت۔ خودداری۔ خوش گفتاری بہت سے بلند اوصاف میں ممتاز پایا الولد سر لابیہ امام الوقت حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ کی بلند نہادی آپ کی شرافت سے نمایاں ہے صدق و خلوص کے ساتھ دعا ہے کہ آپ کے کمالات میں قسام ازل اور بھی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

سفر کی مسرت و راحت میں مخلص و ہمدرد رفیقان سفر کے تعاون کا حصہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ جہاز ہی سے ہونے لگا تھا۔

حجاج منزل کا ادارہ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مفید کوششوں کا نتیجہ ہے جس میں موصوف کے بھائی جناب مولانا محمد نعیم صاحب

پر وطن کو ترجیح دینے کیلئے مجبور ہو جاتے ہیں گو اعتقادی طور پر ان کا مسلک
بھی ہے کہ ۔ مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

حجاج منزل میں ایک ہوٹل بھی ہے جس میں کسی حد تک یو پی کے مذاق
کا کھانا مل جاتا ہے۔ میں نے اسباب رکھ کر اسی ہوٹل کا راستہ لیا اور
وہیں کھانے سے فراغت حاصل کی واپسی میں معلوم ہوا کہ جمال میاں
نے کھانے پر میرا انتظار کیا اور اب تک میرا حصہ کھانا رکھا ہوا ہے میں کھا
چکا تھا دوبارہ کیا کھاتا اس کے بعد بھی چار کے دور میں ناچیز برابر
پوچھا جاتا ۔ کھانا تو میں پھر بھی ہوٹل ہی میں کھاتا رہا غیرت نے گوارا نہ کیا
کہ حضرت جمال میاں پر بار ڈالوں لیکن چار موصوف کی پیتا رہا ۔ ساقی
پلا رہا ہے پیئے جا رہا ہوں میں ۔

رات کو سونے کیلئے موصوف نے کرائے کی چار پائیاں اور چند تخت
منگوائے ۔ میں نے مولانا حسرت کی تقلید میں فرش خاک پر بستر لگایا اور دل
سے باتیں کرتا تھا کہ اشعار میں خاک حجاز کو آنکھوں کا سرمہ تو بہت بنا چکا
ہوں آج سفر میں حجاز پر پہلی رات ہے کم سے کم اسی پر سونے کا تو شرف حاصل
کر دل اور آنکھوں میں نہیں تو تکیہ و بستر کو تو اس خاک پاک سے عزت حاصل
ہو ۔ میں تخیل کی دنیا میں شاد کام تھا کہ ناگاہ جمال میاں حسرت صاحب
کے پاس آکر چار پائی پر سونے کا اصرار فرمانے لگے اور مولانا کو بپاس خاطر

پرپہونچ کر آپ نے حاجی اصطفا خاں صاحب سے ملاتے ہوئے میرا تعارف کرانا چاہا۔ میں نے عرض کیا حاجی صاحب سے مجھے شرفِ نیاز حاصل ہے۔ آپ مجھ سے واقف ہیں چند منٹ رسمی گفتگو رہی جیسے کسی اجنبی سے ہوتی ہے حاجی صاحب نے حمید صدیقی کو آواز دی وہ آئے اور انھیں لیکر حاجی صاحب نعیم صاحب کی قیامگاہ کے پس پشت چھوٹا سا صحن تھا اسی طرف چلے گئے بعد میں مولانا حسرت موہانی صاحب کو بھی بلوالیا جو میرے ہی پاس تشریف فرما تھے۔ مولانا کی واپسی پر میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حاجی اصطفا خاں صاحب نے ناشتہ پر یاد فرمایا تھا۔

پوچھا میرا کہ میں کیا لائق محفل نہ تھا
ہنس کے فرمانا کسی کا نارسائی آپ کی

میرے مزاج میں یوں بھی خاکساری ہے۔ سفرِ حجاز کے آداب نے اور بھی مزاج میں سادگی پیدا کر دی تھی۔ عالی جناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب میری اسی سادگی پر اقبال علی صاحب وکیل سے ارشاد فرمانے لگے کہ شفیق صاحب بڑے بلند مرتبہ شعراء میں ہیں لیکن ان میں انکسار اور ضرورت سے زیادہ قناعت ایسی ہے جس کی وجہ سے وجاہت ان میں پیدا ہی نہیں ہوتی۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس ناقدانہ فیصلہ پر حیرت ہوتی کہ صرف ایک مرتبہ راجہ پیر صاحب کی کوٹھی پر تعارفی ملاقات ہوئی تھی اور غالباً پہلی مرتبہ

نگراں ہیں جو ہمہ وقت حجاج کی ممکن سہولتوں کے لئے موجود رہتے ہیں۔
اس فیض رساں ادارہ کا عملی اقدام پہلی بار ۱۳۶۷ھ میں ہوا جس کو خیمہ
قیامگاہوں اور خیموں کی شکل میں پہلی بار اس میں تقریباً پانچ ہزار حاجیوں
کے ٹھہرنے کا انتظام ہوا۔ سال گذشتہ ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء میں دس ہزار سے
زیادہ ہندو پاکستان کے حاجیوں کا قیام رہا۔ اور لکڑی کے مضبوط
کمروں میں انھیں ٹھہرایا گیا۔ اب کے سال کثیر تعداد میں حجاج یہاں اطمینان
سے ٹھہرے ابھی حجاج منزل بالکل ناتمام حالت میں ہے صاحب ثروت
زائرین حرم کو اس کی تعمیر کی طرف ضرور توجہ کرنا چاہئے۔ گو ابھی تعمیر ابتدائی
منزل پر ہے پھر بھی حجاج کو ایک ٹھکانا مل جاتا ہے اور بڑی رونق نظر آتی
ہے۔ حجاج منزل علاوہ ایک رباط کا کام دینے کے دفتر معلومات بھی ہے
حاجی ہر قسم کی معلومات سفر حرمین کے متعلق حاصل کر کے سفر کی بہت سی
دشواریوں سے نجات پا سکتا ہے۔ مولانا محمد نعیم صاحب کے ذریعہ
سے اکثر مشکلات کا انسداد ہو جاتا ہے میں نے واپسی میں حجاج منزل
پر ایک قطعہ لکھا تھا جسکا مسودہ اسوقت گم ہے اگر سفرنامہ کے تکملہ تک
ہاتھ آ گیا تو اسے بھی نذر ناظرین کروں گا۔
رات مسرت آفریں تصورات میں گزر گئی۔ صبح کو ڈاکٹر عبدالحمید
صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے یہ کہہ کر مجھے اپنے ساتھ لیا کہ آپ نے
ایک صاحب مذاق سے آپ کو ملاؤں مولانا محمد نعیم صاحب کی قیامگاہ

ب قدر شناس و شریف نوجوان اپنے والد ماجد اور بھائیوں
ں روانہ ہو رہے تھے انھیں کے قافلہ میں ہم اور مولانا حسرت
ہو گئے ۔ یہ نوجوان کرم فرما دربھنگہ کے مشاعرے میں ناچیز کا
نہ خلوص رکھتے تھے ۔ ان کا اسم گرامی مولوی احمد اللہ خاں
والد ماجد کا نام مولوی عبد الجلیل خاں صاحب بی ۔ اے ہی۔
حبیب اللہ میاں سے مکہ معظمہ تک بڑی محبت کا ساتھ رہا ۔
میں کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہی ۔

البلد الامین

رو بہ حرم کن کہ در آں خوش حریم
ہست سیہ پوش نگارے مقیم

ب جدہ شریف سے مکہ مکرمہ کیطرف لاری روانہ ہوتی
سے زیادہ کا راستہ نہیں لیکن انتظار و اشتیاق اور آتش
ی کو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک ایک گھنٹہ ایک ایک
ے سے سڑک کا سلسلہ بھی تا مکہ مبارکہ بہت اچھا ہے لاری

ناچیز کا کلام سننے کا اتفاق ہوا تھا اس کا یاد رہ جانا اور فقط یاد رہ جانا نہیں
شاعر کے کلام اور مزاج پر پورا تبصرہ کس قدر ذہانت و روشن ضمیری کی دلیل
ہے۔ حیرت ہوئی اصطفا خاں صاحب پر کہ لکھنؤ جب جاتا تھا۔ ایک روز
حاجی صاحب کی ملاقات کیلئے وقف کر دینا پڑتا تھا۔ اور حاجی صاحب
موٹر پر اپنے ہمراہ کوٹھی پر لے جاتے مصرعہ طرح دیا جاتا چند خوش مذاق
لوگ جمع ہوتے اور اہم توجہ کے ساتھ میرا کلام سنا جاتا اکثر دو وقتوں
کی مہمانی اور ناشتہ چائے نوشی کے بعد موٹر یا تانگہ سے وہ مجھے رخصت
فرماتے اور آج بے التفاتی کا یہ عالم ہے کہ برسوں کے بعد حج کے مبارک
سفر میں ملاقات ہوتی ہے۔ ناشتہ کا وقت آتا ہے، مولانا حسرت موہانی
کے پہلو میں ناچیز بیٹھا ہوا ہے حسرت صاحب کو یاد فرمایا جاتا ہے لیکن
ناچیز کو دلق بینوائی کا مستحق سمجھ کر سرمایہ دارانہ شان نگاہ انسانیت کے
معیار سے گرا دیتی ہے۔ یہی وہ دشمن انسانیت مزاج سرمایہ داری
ہے جس پر آج اشتراکیت بڑی دھوم سے بم برسا رہی ہے۔ ڈاکٹر حرم
حمید صدیقی صاحب کی جانب سے مجھے بے انتہا حسن ظن تھا اور اکثر اپنے
مجموعوں کے مقدموں دیباچوں میں انکا ذکر بصیغۂ خلوص و احترام
کیا ہے اور حاجی صاحب کی لکھنؤ کی ملاقاتوں میں اہمیت کے ساتھ
تقریباً ہر صحبت میں ان کا ساتھ رہا ہے۔ وہ بھی اس موقع پر اس
بے رخی کو کام میں لائے کہ

اپنی ہی نظر میں اپنے کو خوار و ذلیل کئے دیتی تھی وہ پاپی جو درگاہ نظام الدین
اولیاء اور آستانۂ خواجہ غریب نواز کی حاضری کے وقت دہل اٹھتا تھا
آج وہ قدم قدم پہ کانپ اٹھتا ہے تو جائے تعجب کیا شہنشاہ بے پرواہ
کا دار السلطنت نزدیک آرہا ہے اور مجرم آنا بڑا مجرم جس کو دنیا
کی کوئی عدالت معاف نہیں کرسکتی کلیجہ دہشت سے پھٹ جائے اور دل
کی حرکت بند ہو جائے تو حیرت کا مقام نہیں لیکن یاد آگیا کہ الایمان بین
الخوف والرجا سروش غیب نے لرزہ براندام و خوف زدہ دیکھکر کانوں
میں کہدیا کہ یہاں مجرموں کو سزا کیلئے نہیں بلکہ بخشش کیلئے بلایا جاتا ہے۔

ہے در کعبہ نزول کرم خاص کی جا
خوب گذرے گی وہاں ہم سے گنہگاروں کی (شفیق)

رحمت نے سہارا دیا لاری شہر اقدس میں پہونچی ہوئے معفرت آنے
لگی لاری کا ٹہرنا تھا کہ اب راستہ بھر کی ہیبت کی جگہ مسرتوں کا غلبہ ہونے
لگا اترتے ہی جوش محبت میں زمین پاک کی خاک مقدس ہاتھوں میں لے کر
چہرے پر مل لی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور زبان حال سے ہر موئے
بدن شکر نعمت بجا لانے میں معروف ہوا کہ میرے کریم و رحیم معبود واہ
رے تیری دستگیری کیسے بدکردار و خطاکار کو مقربین کے قافلہ میں جگہ
بخشی تیرے پاک شہر میں اور اپنی طلبی کیا شان بندہ نوازی پر اب بھی کسی دلیل
کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔

بہت تیز چلتی رہی دور تک بجلی کی دلفریب روشنی کا بھی سلسلہ کسی طرح ساتھ
نہ چھوڑتا تھا سرخ و سبز نیلے سفید طرح طرح کے قمقمے میلوں بلکہ منزلوں
تک نگاہوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے رہے لیکن دل تھا کہ بیت الحرام کا
اجالا ڈھونڈھنے میں محو و منہمک ۔

منزلِ شمیسہ پر پہونچکر لاری دیر تک ٹھہری سنا جاتا ہے کہ مقام حدیبیہ
وہاں سے قریب ہے میں جوش عقیدت میں لاری سے اتر پڑا اور اس
منزل پر غیر معمولی کشش محسوس ہونے لگی ۔ محبت کی نگاہوں کو یہاں کی فضا
میں رونق و دلفریبی زیادہ نظر آنے لگی ۔ بوے یار مہربانم می رسد ۔
یہاں ٹھہرنیکے بعد پھر لاری کہیں نہ ٹھہری اور معلوم ہوا کہ یہاں کی چلی
مکہ معظمہ میں دم لے گی ۔ اب اپنا عالم نہ پوچھئے دل دھڑکنے لگا کہ ایک
مجسمہ معصیت چلنا پھرتا سرتا بقدم گناہوں کا پتلا کہاں جا رہا ہے اپنا ہی شعر
یاد آ رہا تھا ۔

محبت کا تقاضا ہے وہیں کی خاک ہو رہئے !
ادب کہتا ہے کیونکر پاؤں رکھئے کوئے جاناں میں

بلد الحرام قریب آ رہا تھا اور عصیاں کی پشیمانی سرنگوں کئے دیتی تھی اب
عالم الغیب کا روئے زمین پر جو سب سے باعظمت گھر ہے وہ سامنے آنے کو
ہے روح تو روح جسم و لباس تک کی طہارت پر اطمینان نہ تھا ۔ آلائش گناہ

لگا۔ وضو سے فارغ ہو چکے تو معلم صاحب نے اپنا ایک آدمی ساتھ کیا جو طواف حرم کے لئے ساتھ لیکر چلا۔

خواب میں تو کئی بار حرم پاک کا نظارہ حاصل ہو چکا تھا آج عالم بیداری میں بیت خلیل کی طرف ہوائے شوق لئے جا رہی ہے بیساختہ چند شعر موزوں ہو گئے ایک شعر یہ بھی تھا۔

اللہ اللہ یہ کعبہ کی زمیں صل علےٰ
اور اک رند خرابات نشیں صل علےٰ

میں خود اپنے قدموں کو مبارکباد دینے لگا وجد و شوق میں اپنا پاؤں آپ ہی چوم لینے کا قصد ہوتا تھا۔ تقریباً ہندستانی ۴ بجے ٹائم سے گیارہ کا وقت تھا بجلی کی روشنی میں راستہ طے ہو رہا تھا اور مکہ کی ترقی پذیر آبادی کو دیکھ کر دعائے خلیل کی مقبولیت پر وجدان از سرِ نو ایمان لا رہا تھا کہ وہ جبل میدان جہاں سے قافلوں کا گذرنا دشوار تھا آج تین لاکھ فرزندان توحید کا شہر بنا ہوا ہے۔ بمبئی کے طرز پر پانچ پانچ منزلہ کے شاندار مکانات، تمدن کا پورا سامان، معشیت کی تمام چیزیں پھیلی ہوئی زندگی کی کل سہولتیں موجود دکانیں آراستہ۔ رات کا زیادہ حصہ گذرنے پر بھی غالباً ایام حج کی وجہ سے بازار میں بیداری کے آثار، میری نظر ہر طرف مشتاقانہ و عقید تمندانہ جا رہی تھی کہ معلم کے کارپرداز

اے الہ من و الہ ہمہ
اے پناہ من و پناہ ہمہ

دل شکر کردگار میں مصروف تھا اور زبان معلم کے کارندے سے ہمکلام تھی - اسوقت غیر سے گفتگو بار خاطر تھی تو فرشتۂ محبت نے بڑھ کر ٹوکا کہ او نالائق یہاں غیر کس کو کہتا ہے معلم کا آدمی اور غیر یہاں کا کوئی باشندہ غیریت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اگر تیرے پہلو میں ادب شناس دل ہے تو یہاں کے کتوں کو بھی خبردار غیر نہ سمجھنا - یہاں کا ذرہ ذرہ مظہر تجلیات ہے یہاں ہر خشت و سنگ کو ناز ہے کہ وہ جوار رب العالمین کی نشانی ہے یہاں کوچہ و بازار سے لاکھوں غوث و اقطاب گذر رہے ہیں اور گذرتے رہیں گے - مقدس زمین گذرگاہ انبیاء و رسل ہے اسی بلدہ طیبہ کے قطعہ خاک کو خیر البشرؐ کی ولادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے - مومن کے لئے یہاں دولت کونین ہے -

معلم کے آدمی کے ہمراہ مولانا حسرت موہانی کی پیروی میں معلم صاحب کی جائے قیام تک پہونچے - سید علی حکیم صاحب سے ملاقات ہوئی مولانا نے میرا تعارف کرایا رسمی گفتگو کے بعد علی حکیم صاحب نے کھانا منگوایا میں نے بھی حسرت صاحب کے ساتھ نوش کیا کھانے سے فراغت کر کے وضو کے لئے پانی منگوایا گیا - پانی کی قدر اسی وقت سے شروع ہو گئی - اور بچا بچا کر بقدر ضرورت احتیاط کے ساتھ پانی خرچ کیا جانے

میں باریاب فرمایا ہے کہ جس کی تعریف میں قرآن کا ارشاد ہے" ومن دخلہ کان آمنا"۔ اب مطاف آ گیا اور معلم صاحب کے کارپرداز دعائیں پڑھوانے لگے اور خوشا نصیب کہ ہم نے مقدس کعبہ کا طواف شروع کیا۔ اسوقت میرا ہر بن مو گویا کہہ رہا تھا۔

من کجا و زمین حرم پاک کجا
جیسے آنا ہی نہیں دل کو یقین میل علے

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نفل پڑھی۔ آنسو بدستور جاری تھے اس پر کیف نماز پر عمر بھر کے سجدے ہمیشہ ناز کرتے رہیں گے سلام پھیر کر رو رو کر دعائیں مانگیں ۔ان کے بعد آب زمزم نوش کیا اور اس وقت بھی دعائیں مانگیں جی چاہتا تھا ساری رات یہاں رو رو کر گزار دوں لیکن مولانا حسرت صاحب کا بارہواں حج تھا وہ اس سے حرم کو بار بار لوٹ چکے تھے ان کی آسودگی اور سفر کی تھکن پیرانہ سالی کا تقاضا بھی تھا کہ تھوڑا سا سو لیا جائے ناچار میں بھی مولانا کے ساتھ حرم شریف سے باہر آیا لیکن پھر بھی دل مسرور تھا کہ مکہ معظمہ کی زمین پر تو ہوں اور جہاں لا سو ڈنگا وہ محلہ و مقام اسی بلد امین ہی کا تو ایک گوشہ ہوگا اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوا تقدیر پر اتراتا ہوا معلم صاحب کے گھر پہونچا۔ اب رات زیادہ آ چکی تھی پھر حرم کی واپسی میں اب وہاں

باب السلام سے لے کر چلے چونکہ حضرت صاحب کا بارہواں حج تھا اس لئے کار پرداز معلم نے بتانا تحصیل حاصل سمجھا۔ میں لاعلمی کے ساتھ باب السلام سے داخل ہو کر حرم شریف کی دالان تک پہونچ جاتا ہوں اور پتہ نہیں چلتا ہے بے خبری کیوجہ سے دروازے سے داخل ہونے کی دعا بھی نہ پڑھ سکا جب دالان سے آگے بڑھتا ہوں اور بجلی کے قمقموں کی روشنی میں ہزاروں طواف کرنیوالوں کو دعائیں پڑھتا ہوا چکر لگاتا ہوا دیکھتا ہوں تو کچھ احساس ہونے لگتا ہے اور نگاہ اوپر اٹھاتا ہوں تو سیاہ غلاف جھلکتا ہوا نظر آتا ہے میں نے مولانا سے پوچھا کیا کعبۂ معظمہ آگیا مولانا نے کہا ہاں وہ سامنے عمارت کعبہ ہی تو ہے یہ سنتے ہی نہ پوچھئے اپنی کیا کیفیت ہوئی بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور دعائیں مانگنے لگا دعاؤں میں رقت نے وہ کیف پیدا کردیا تھا کہ جیسے بیت نہیں رب البیت سامنے ہے اور اس کے باب رحمت کی چوکھٹ پر سر جھکا نیکو جارہا ہوں پردہ اٹھنے کو ہے اور اپنا پیارا پروردگار شرف دیدار عطا فرمائیگا۔ حرم محترم کی روشنی دل کو پر انوار بنا رہی تھی گویا پاؤں زمین پر نہ پڑتے تھے بار بار دل مجھ سے اور میں دل سے سوال کرتا تھا کہ قسمت آج کہاں لائی ہے ایسا گنہ گار جس کو ساری خدائی میں کوئی نہ بخشے میرے رؤف و رحیم پروردگار نے اپنے اس مرکز رحمت

ہندوستانی، پاکستانی، افغانی، ایرانی، عربی و عجمی ہر انسانی طبقہ کے نیازمندان محبت کے سجدوں کا منظر دیکھتے اور محسوس کرتے کہ عبودیت کا ذوق اور بارگاہ بے نیاز میں نیازمندیوں کی لذت بھی کتنی مسرت کی شان رکھتی ہے کہ کتنے میخانے آ چکے دل ویران ہو جاتے ہیں آب زمزم کے ہر قطرے پر ہزاروں ساغر وخم نثار کر دیجئے مینا وسبو کو توڑ کے پھینک دینے کو جی چاہتا ہے اور چشمہ زمزم کے کنارے عشق الٰہی کی مستی و سرشاری مست الست بنائے دیتی ہے دنیا فراموش ہے اور سامنے مکعب عمارت سیاہ غلاف میں ملبوس دلہن کی طرح آراستہ نہ جانے کس ساقی کی دعوت نظارہ دے رہی ہے کہ ہر مست دیوانہ وار چکر لگانے کو بے چین ہے۔

سجدہ شوقمان عجم سوئے او

قبلہ خوباں عرب ز دے او

مکبر تکبیر کہتا ہے صفیں نمازیوں کی قائم ہوتی ہیں امام مصلے پر کھڑا ہوتا ہے جس نماز فجر میں ہمیشہ اکثر کاہلی نے وسوسہ شیطانی کی طرف سبقت کی ہے اور کبھی بستر سے اٹھنے میں نفس کی بڑی خوشامد کرنا پڑی ہے آج وہی فجر کا وقت ایسی روحانیت لے کر آیا ہے کہ گویا النفس امارہ نفس امارہ نہ رہا اور نماز فجر سے زیادہ محبوب تر نفس کے لئے کوئی مشغلہ ہی نہیں۔

کی حاضری کے لیے بیدار کرنا بھی کیا تھا مولانا ابھی سو رہے ہیں بھی دیر تک کروٹیں
بدلتے بدلتے سو گیا۔

نیند آ گئی جو وادیٔ فاراں کی راہ میں
گویا کہ سو رہے تھے خدا کی پناہ میں

صبح کو نماز فجر کے لئے مولانا مجھ سے پہلے بیدار ہوئے مجھے مولانا نے
ہی جگایا اور وضو سے فراغت کر کے حرم شریف کا راستہ لیا آج کی
عبادت کا کیا کہنا کہ مرکز عبادت میں پہلی فرض نماز نصیب ہونے کو
ہے حرم کا احاطہ وسیع ہے لیکن ایام حج میں پھر بھی جگہ ملنے میں ذی الحجہ
کے آخر ماہ تک دشواری ہوتی ہے اور آج تو ذی الحج کی ساتویں تاریخ
ہے۔ آج کے ہجوم کا کیا پوچھنا۔ بڑی جد و جہد کے بعد مطاف سے
دور تر باب العمرہ کے قریب مشکل سے سجدہ کرنے کی جگہ ملی حرم کے
میناروں سے موذن کی صدائیں بلند ہو کر بو قبیس کے دامن تک پھیلنے لگیں
ابھی لبیک کے نعرے بلند تھے کہ تکبیر کی آواز گونج اٹھی سوئے ہوئے
ولولے جاگ اٹھے اسلامی زندگی کا مزا آنے لگا عصر حاضر کا ناشناس
نوجوان رندانہ صحبتوں کا بدمست عبادت کو خشک چیز سمجھتا ہے کاش
اسوقت وہ لاکھوں انسانوں کا ذوق بندگی اور کعبے کی صبح صادق کی
روشنی میں حجازی۔ نجدی۔ یمنی، شامی۔ ترکی۔ مصری۔ جاوی۔ چینی

نمازِ عشاء کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر مولانا حسرت موہانی کے اصرار سے
۴۵ روپیہ معلم صاحب کی نذر کیے تاکہ وہ اونٹوں اور منا و عرفات میں خیمہ وغیرہ
کا انتظام کریں معلم صاحب نے تاکید کر دی کہ نماز فجر سے بہت پہلے آپ
لوگ بستر چھوڑ دیجیے تاکہ دھوپ تیز ہونے سے پہلے منا پہونچ سکیں۔

منا

ہم لوگ بستر سے تو بہت رات باقی تھی جب ہی اٹھ گئے لیکن اونٹوں کی آمد کا
انتظار کرتے کرتے فجر کی نماز سے بھی فارغ ہو گئے تقریباً طلوعِ آفتاب کے
وقت اونٹوں کی قطاریں خراماں ہوئیں اور ہم لوگ یعنی سید علی حکیم صاحب کے
تمام حجاج لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے قربان گاہ اسماعیل کیطرف روانہ ہوئے
سبحان اللہ کہنے کو وادی غیر ذی ذرع لیکن نگاہ شوق کو ہر طرف کشت
زار کی سرسبزی، شجر آرزو کی شادابی نظر آ رہی تھی۔ دھوپ کی شدت تھی
ورنہ کے پیاس کا غلبہ ہو رہا تھا لیکن راہ میں جگہ جگہ پانی کی صراحیاں جو اہلِ منا
کے بچوں کے ہاتھوں میں چھلک رہی تھیں دو دو پیسے گلاس دو دو آنے
صراحی کسی مقام پر چار آنہ صراحی بہرحال پیاس بجھتی تھی اور بڑھتی تھی
ہم قدم پر سا قیان حجاز سرشاری کرتے جاتے تھے مولانا حسرت موہانی
صاحب منا جانے میں اولاً بے ذوقی کا اظہار کرتے تھے مگر اس وقت شہری

نماز سے فراغت کر کے مولانا حسرت موہانی کے ساتھ جائے قیام پر آئے ناشتہ سے فرصت حاصل کر کے مولانا کے ہمراہ مدرسہ صولتیہ پہونچے اور اور حضرت مولانا محمد سلیم صاحب سے شرف نیاز حاصل کیا۔ جائے نوشی کے بعد وہاں سے واپسی ہوتی ہے پھر معلم سے منا کی روانگی کے باب میں گفتگو ہوتی ہے اور اونٹوں سے جانا طے پاتا ہے۔

لاریوں کے جاری ہو جانے سے اب اونٹوں کی گرم بازاری نہ رہی۔ غریب بدویوں کے پاس اب صحت مند اور توانا اونٹ بھی نظر نہیں آتے غربت اور فاقہ کشی کے مارے اچھے اونٹ لائیں کہاں سے اور لائیں بھی تو لاریاں پورے طور پر ان سے نفع اندوز کہاں ہونے دیتی ہیں۔ پھر بھی کسی حد تک یہ رسم باقی ہے۔ دیار عرب میں ریگستانی زمین پر اونٹوں کا سفر گو مشقت طلب ہے لیکن میرا جی چاہتا تھا کہ قسمت نے اس پاک سرزمین پر پہونچا دیا ہے تو اونٹوں کی سواری کا بھی ثواب حاصل کیجئے۔ کیونکہ اس سے عہد نبوت اور عہد صحابہ اور تمام اسلاف کے زمانہ حج کی یاد تازہ ہوگی۔

نمازیں عشاء تک حرم شریف میں ادا ہوتی رہیں اور ایسی نمازیں کہ جن کے لئے نفس کو آمادہ کرنا نہیں پڑتا تھا بلکہ خود نفس کا تقاضا ہوتا تھا کہ

بخشی جاتی ہیں خطائیں در مولیٰ پہ شفیق
جا ضرورت ہے وہاں مجھ سے گنہگاروں کی

میں نے اپنے حجاج کے قیام کا انتظام کیا مولانا صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی مولانا حسرت موہانی اقبال علی صاحب ڈیکیل بیگم اقبال علی اور خاکسار نے بھی وہیں بستر لگایا اقبال علی صاحب کو قیام کیلیے جگہ پسند نہ آئی بعد میں وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئے پھر اختتام سفر تک موصوف سے ملاقات نہ ہو سکی۔

منا میں سال بھر سناٹا رہتا ہے لیکن ایام حج میں تین دن ایسا آباد دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا شہر معلوم ہونے لگتا ہے کرائے کے مکانات پختہ میلوں تعمیر کئے گئے ہیں جس میں صاحبان استطاعت کرائے پر مقیم ہوتے ہیں بازار شاندار لگ جاتا ہے پانی کو قیمت پر ملتا ہے لیکن کثرت سے ہر طرف سبو وخم بھریں رہتے ہیں اور شان کریمی تو یہ ہے کہ اس تپتے ہوئے مقام پر جہاں شدید گرمی ہوتی ہے شیشے کی صراحیوں میں مختلف رنگوں کے شربت چھلکتے ہیں چائے اور بسکٹ کے ساتھ تنگ کھانے کی دکانیں ہوتی ہیں پیسہ ہو تو منا کے بازار میں ہر چیز مل جاتی ہے۔

کرائے کے مکانات مکہ معظمہ کی آبادی سے قریب ہوتے جاتے ہیں تعمیر کا سلسلہ بند نہیں اور مکہ کی آبادی بھی یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے میرا خیال ہے کہ غالباً مستقبل قریب میں منا تک عام تمدن پہونچ جائیگا اور دہاں کی سہ روزہ بستی رفتہ رفتہ مستقل شہری آبادی کی حیثیت اختیار کرلیگی آجکل پیدل چلنے کے راستہ سے منا کی عمارتیں ڈھائی میل کے بعد شروع ہونے لگتی ہیں

یں جھومتے ہوئے دعائیں پڑھتے ہوئے۔ گاہ گاہ لبیک پکارتے ہوئے یوں رواں دواں ہیں کہ گویا ان سے زیادہ اس راہ کا سالک مست کوئی نہیں۔ اپنا یہ حال کہ منا قریب آتا جاتا ہے اور خلیل و اسماعیل کے ایثار کے نقوش لوح دل پر ابھرتے چلے آتے ہیں بار بار شتربان سے پوچھتا ہوں اب منا کتنی دور ہے کئی گھنٹے کے بعد مسجد خیف کا منارا دور سے دکھائی دیا جیسے ریگستان کا ذرہ ذرہ مبارک باد دینے لگا۔

مشاعروں کی بدولت بڑے بڑے امرار و رؤسا کے عمدہ موٹروں پر سوار ہو کر میلوں جانیکا موقع ملا ہے سال میں متعدد مرتبہ ریل کے سکنڈ کلاس میں کبھی سفر کا اتفاق ہوتا ہے سفر کشمیر میں گھوڑے کی سواری کا بھی لطف اٹھایا ہے لیکن واللہ آج ریگستان منا کی نورانی راہوں سے گرم دھوپ اور پسینے میں شرابور ہو کر بھی اونٹنی کی سواری میں جو کیف و سرور محسوس کر رہا ہوں اس کی حسرت ہمیشہ باقی رہے گی۔ اب مسجد خیف بالکل قریب آگئی نگاہ محو نظارہ ہو گئی یاد آنے لگا کہ یہی وہ مسجد ہے جسکی تعریف میں حدیثیں وارد ہیں خدا کے حبیب امام الانبیا نے حجۃ الوداع میں یہاں نماز پڑھائی تھی ابھی خیالات میں منا کے مکانات سامنے سے گذرنے لگے تا آں کہ اونٹ رک گئے ہم لوگوں کو سیڑھی لگا کر شتری سے اتارا گیا خیمہ کا حسب وعدہ معلم صاحب انتظام نہ کر سکے تو بروقت ایک مکان طے کیا اور اسی

کتاب کو ایک خشک وادی میں بیشمار انسان تلاوت کرتے نظر آتے ہیں
عوام الناس ہی نہیں پروفیسروں ڈاکٹروں حتےٰ کی شاہوں شاہزادوں
کی زبان پر آیات قرآنی جاری ہیں اور قرآن اسطرح پڑھا جارہا ہے کہ
دل کا سوز و گداز اور آنکھوں کا آنسو تلاوت کا خیر مقدم کر رہا ہے۔

نعت احمد سے بھرا قرآن ہے
یہ خدا کا نعتیہ دیوان ہے
(مولانا یحییٰ)

مدت گذر گئی کہ بچپن اور آغاز شباب کی خوشیاں یاد آکر یہ حسرت کر دیتی
تھیں کہ یارب وہی زمین ہے وہی آسمان بلکہ دلچسپیوں کے سامان پہلے سے
بھی کہیں زیادہ ہیں لیکن خوشی کے ولولوں اور مسرت کے ترانوں کو ترس
رہا ہوں کیوں دل اسقدر بجھ گیا اور طبیعت نغمہ ہائے سرور سے لطف
لینا کیوں قبول نہیں کرتی لیکن الحمدللہ آج محسوس ہو رہا ہے کہ شباب کا ولولہ
پھر پیدا ہو گیا قلب میں مسرت کیلئے از سر نو جگہ پیدا ہو گئی خوشی کے ترانے
گائے جانے لگے قربان اس خوشی کے خوشی نہیں اسلام کا معجزہ ہے بچپن
کی امنگوں اور جوانی کی جولانیوں میں تو سب ہی خوش رہتے ہیں حیرت تو
اس خوشی پر ہے کہ کمر جھک گئی ہے، دانت ٹوٹ چکے ہیں، بال سفید ہو گئے
ہیں چہروں پر جھریاں ہیں مگر ایسے خوش ہیں کہ جوانی کی خوشی کو بھی رشک
آجاتا ہے قوت رفتار نہیں لیکن پاؤں میں چھالوں کا پڑ جانا قبول وادی غربت
کی دھن ہے اور مسجد مسرت ہے بخدا نوجوان عید کے پر تکلف لباس پہنکر عطر

اتنا فاصلہ مکے کی بڑھتی ہوئی مردم شماری کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے وہ وقت قریب ہے جب حکومت لوگوں کو بسانے میں جگہ کی قلت کی وجہ سے منا کو آباد کرنے پر مجبور ہوگی۔

آٹھویں ذی الحجہ کا سورج غروب ہوا نویں شب آئی عید سے زیادہ اور بہت زیادہ خوشی کی دھوم دھام ہے اہل ثروت پختہ عمارتوں میں اوسط درجہ کے لوگ خیموں میں نادار حاجیوں کے غول کے غول کسی دیوار کے سائے میں سایہ نہ سہی تو دھوپ ہی میں دن گذار کر اب رات کی ٹھنڈک میں آنے والی صبح کا بیتابی سے انتظار کر رہے ہیں وقتاً فوقتاً لبیک کا نعرہ بلند ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے خوش نصیب مسجد خیف میں یا جہاں کہیں جگہ پسند آگئی یا مل گئی نوافل و تلاوت و درود خوانی میں محو ہیں استغفار ہے مناجاتیں ہیں کہیں حج کے مسائل پر گفتگو اور تحقیق ہے کہیں دعائیں یاد کیجا رہی ہیں ایسا پاکیزہ تر اجتماع کہاں نظر سے گذرا تھا جہاں بیک وقت پانچ لاکھ انسانوں کا دامن دل وادی عرفات کی جانب کھنچ رہا ہو پہلے سے معلوم تھا کہ جلتی ہوئی زمین ہوگی سایہ کا نشان نہ ہوگا پیاس کی شدت ہوگی کچھ سہی مگر دل کی جلن اور محبت کی خشک لبی کی داد تو ملے گی عشاق جوق جوق چلے آرہے ہیں اور وہ جس کو ۱۳ برس مکہ میں مظلومی کی زندگی گذارنا پڑی آج اس کا نام ساڑھے تیرہ صدیاں گذر جانیکے بعد بھی اسی مکہ کے ہر وادی و کہسار میں بیشمار داستانوں کا دلکش موضوع بنا ہے اور اسکا دین دینِ اللہ تسلیم کیا جارہا ہے اس کی لائی ہوئی

کی رعنائی پر منظر ڈالیے تو ٹوٹی ہوئی جوانی گردن کے ہار مرجھائے ہوئے آنکھیں جھکی ہوئی شباب کی تمکنت سرنگوں لیکن آج کی خوشی وہ روحانی خوشی ہے کہ لطافت بڑھتی جاتی ہے روح کی نفاست میں ترقی ہو رہی ہے ذہن پاک دل و دماغ پاک تصور پاک خیالات پاک پاکان کائنات کی محفل ہے اور خوشی تقسیم ہو رہی ہے۔

پاکیزہ خیالات کا اثر کہئے یا زمین و مقام کی برکات کا ثمرہ نیند آئی تو اچھے اچھے خواب دکھائی دینے لگے خواب کے بعض مناظر ایسے امید افزا تھے جو فن تعبیر کی رو سے کامیابی اور مغفرت کی دلیل تھے۔ صبح ہوئی ایسی صبح جو زندگی کی سحر نو ہو کر آئی نماز کے بعد روانگی کی جلدی کیجانے لگی۔ آخر طلوع آفتاب کے بعد اونٹوں کی قطار چلی اور میں دعائیں مانگنے لگا۔ کہ یارب وادی عرفات جلد آجائے کہ تیرے حاجیوں میں اس گنہ گار بندے کا شمار ہو اور تیری ان نامحدود رحمتوں کا مستحق ہو جاؤں جو عمر بھر کے گناہوں سے پاک کر دیتی ہیں۔

لگا کر اتنا کیا خوش ہوگا جسقدر عرفات کے پیر و جوان مرد و زن امیر و غریب جامۂ احرام میں شاد ہیں۔ سر میں خوشبو دار تیل لگا کر بھی وہ فرحت کب نصیب ہوئی تھی جو آج ہے کشمیر کے گلزاروں میں بھی کچھ دن گذرے ہیں اور قدرت کی گلکاریوں نے کبھی کبھی دل غمزدہ کو پرکیف کر دیا ہے لیکن اے منا و عرفات کے بے آب و گیاہ ریگستان تیری گرم ہواؤں میں کون سی مسیحائی ہے کہ ہر چہرہ کا گدگدی پیدا کرتا ہے بے اختیار مسکرانے کو جی چاہتا ہے برسوں کے نا آشنائے تبسم لبوں کو کس نے مسکرانا سکھا دیا۔ دل کے ہر گوشے میں مسرت ہی مسرت ہے کہ آج دنیا فقط مسرتوں کا نام ہے۔

آج عہد ہوس کی ناپاک مسرتیں یاد آتی ہیں اور غور کرتا ہوں تو ان کو حماقت سے تعبیر کرنا پڑتا ہے۔ یہاں نہ شاہد و معشوق نہ مطرب و لب جو سامنے خشک پہاڑیاں اور زیر پا ناہموار زمین اور پتھریلا راستہ ہے بظاہر کوئی آرائش یا زیبائش سے اسوقت نفرت ہے نہ سر میں تیل نہ لباس میں عطر نہ آنکھوں میں سرمہ بدن پر بے سلی چادر کے سوا کچھ نہیں مگر خوشی کا یہ عالم ہے کہ ہر جامہ زیبی نثار ہے اور ایسی خوشی جو روح تک کو زندہ کئے دیتی ہے رندان میخانہ چند گھونٹ یا چند ساغروں بوتلوں تک شور ہاؤ ہو اور نغمۂ طرب کے مزے لیتے ہیں پھر بہکے تو منہ نالیوں میں اور لباس و لبستر پر قے کے دھبے ہیں شب وصل کی صبح کو چہرہ کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ پھٹکار برس رہی ہے معشوق

آج عرفات کی حاضری کا وہ مرتبہ ہے کہ رؤف المومنین رسول کا ارشاد فیض بنیاد ہے۔

اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان اللہ لا یغفر لہ۔

ترجمہ:۔ سب سے بڑھ کر گنہ گار ہے وہ جو عرفات میں وقوف کرے اور پھر بھی گمان رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا۔

آج یہاں رحمت باری سے ایسے ایسے مجرم خلعت مغفرت پائیں گے۔ جو حقیقتاً بخشش کے قابل نہ ہوں گے۔ لیکن شان کریمی زمین عرفات کی حاضری پر خوش ہو کر انھیں کبھی نامراد نہ پلٹنے دیگی آج وہ دن ہے اور آج کا وقوف عرفات اللہ کو اتنا محبوب ہے کہ وہ مغفرت سے کسی کو محروم ہی نہیں فرماتا آج یہاں مغفرت میں شک کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

اے بلد ماندگی پناہ ہمہ
کرم لست عذر خواہ ہمہ

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ حقیر و پریشان کبھی نہیں دیکھا گیا سوا یوم بدر کے حج عرفات کے دیوانوں پر وہ بارش رحمت ہوتی ہے کہ ابلیس دیکھ دیکھ کر جلتا ہے بڑے بڑے گناہوں کو باری تعالٰی بخشد یتا ہے عفو عام کی بشارت ہوتی ہے یوم مغفرت کی وہ فراوانی ہوتی ہے کہ شان کریمی بندوں سے قریب ہو جاتی ہے آج دعا و مناجات کا دن ہے توبہ و استغفار کا موقع ہے پورے اعتماد کے

عرفات

لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک ۔ لبیک اللّٰھم لبیک ۔ لبیک وسعدیک والخیر بیدیک ۔

بحمد اللہ منزل ختم ہونے لگی عرفات کے حدود قریب سے دکھائی دینے لگے پیچھے حدود میں بھی داخل ہو گئے ۔ آ گیا وہ رحمتوں کا مقام جہاں گنہگار اس طرح آلائش معصیت سے پاک ہو جاتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا ہو دور تک انسانوں کا بہتا ہوا دریا دیکھ کر حجۃ الوداع کا منظر یاد کر کے بے چین کر دیگا کہ رحمت عالم جبل رحمت سے متصل جلوہ فرما تھے اور ایک لاکھ جاں نثاران توحید دور دور قریب سے محو دیدار و کشتۂ تیغ ابرو خمدار تھے ۔

آج زندگی بھر کی خطائیں بخشی جائینگی آج خطا کاروں کی نجات کا دن ہے شیطان آج سے زیادہ مایوس و پریشان کسی دن نہیں ہوتا آج بیماران عصیاں کی شفا و صحت کا دن ہے ۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موقع کے لئے فرمایا ہے ۔

صف ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو چلو مولےٰ نے در کھولا ہے رحمت کا

مسائل حج

حج کے ارکان دو ہیں۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارت۔ احرام فرائض حج میں داخل ہے رکن حج نہیں اب چونکہ عرفات کی حاضری کا بیان ہے لہذا مختصر لفظوں میں اس ہر دو رکن کے ضروری مسائل بھی لکھدیے جاتے ہیں تاکہ سفرنامہ کے ناظرین کو بقدر ضرورت بصیرت مسائل بھی حاصل ہو جائے لیکن واضح رہے کہ سفرنامہ بہرحال سفرنامہ ہے یہ فقہ کی کتاب کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا اسلئے فقیہانہ تفصیل کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔

حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد۔ قران۔ تمتع۔ اصطلاحاً افراد کے معنی ہیں فقط حج کرنا۔ تمتع سے مراد ہے حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا۔ پھر انھیں ایام میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔ قران کا مطلب ہے حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھکر پہلے عمرہ کرنا پھر حج کرنا۔

چونکہ خاکسار نے حج افراد کیا ہے لہذا حالات سفر کی ترتیب کا تقاضا ہے کہ حج افراد کے مسائل کو مستقلاً بیان کروں لیکن ضمنی طور پر حج متمتع و حج قران کا بھی ذکر آجائیگا۔

مولانا حسرت موہانی مولانا صبغۃ اللہ شہید اور خاکسار نے حج افراد کی نیت سے احرام باندھا لبیک کی صداؤں میں جدے پہونچے۔ جدے سے مکے کو جاتے ہوئے لاری کی سواری کیوجہ سے بعض بستیاں ان عمرۂ جعرانہ ... [illegible]

ساتھ مانگنے کا دن ہے بے شک وشبہہ بخشش ہوتی ہے آج گنہگاروں کے ناز رحمت کا کیا پوچھنا ہے کہ ارحم الراحمین فرشتوں کو قائل کرنے کیلئے اپنے نیاگان عرفات کا حال ظاہر کرکے پوچھتا ہے ان سے کہ یہ بتاؤ کس لئے جمع ہوئے ہیں گویا آج کا ذوق بندگی دیکھ کر قدرت ان فرشتوں پر طنز کرتی ہے جو تخلیق آدم پر معترض ہوئے تھے ۔ آج دعائیں قبول ہو رہی ہیں افضل الدعا رد عا ئر یوم عرفہ ۔ یعنی عرفات کی دعا سب دعاؤں سے بڑھ کر ہے ۔

بے آب وگیاہ میدان کی شدید دھوپ اور سورج کی تپش میں عاشقان الہیٰ آج اپنے سوز نہاں کی داد ساکنان ملاء اعلیٰ سے لے رہے ہیں ۔ شان بے نیازی خود اپنے نیاز مندوں کی ادائے جنون پر فخر فرما رہی ہے لبیک کے نعرے لگانے والے جبل رحمت کی جانب دیکھ کر پکار رہے ہیں ۔

اے یار من اے یار من اے یار بے آزار من

معلوم ہوتا ہے موقف النبی پر کوئی عرش کے زینوں سے اتر کر آرہا ہے ۔ حجابات اٹھنے کو ہیں رہ نوردان وادی عشق بنجود چلے آرہے ہیں کہیں عشاق خیموں میں جھوم رہے ہیں کوئی کسی جھاڑی میں بیٹھا ہوا دار السلام کے مزے لے رہا ہے ۔

کے دن بھے تو حج اکبر کے لفظ سے نفرت کرتے ہوئے فریضۂ دینی کو مقدم یا موخر کردینا یہ اگر نہیں شدت ہے تو مسائل حج اور حرم کی حاضری کے آداب وغیرہ میں قانون کی سخت گیری سے کام لیا جائے۔ حاجی بیچارے کیا جانیں حد حرم کہاں سے شروع ہوتی ہے مدعے کونسا مقام ہے کس جگہ کون سی دعا پڑھنی چاہیئے۔ مالکان لاری کو سخت ہدایت کیجائے کہ سنت کے مطابق حاجیوں کو راہ طے کرائیں۔ معلمین کو بھی سخت سے سخت تاکید ہو کہ حج و زیارت کے مسائل میں احکام شرع کی پوری پابندی کو ملحوظ رکھ کر حجاج کے ذمہ دار بنیں نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مالکان لاری اور معلمین سب کے سب گویا تاجرانہ فرض ادا کرتے ہیں اور ان میں اپنے مقدس وطن کی شاندار خصوصیت حج کا کوئی جذبۂ عمل نہیں پایا جاتا ورنہ حاجی بالفرض کاہل بھی ہو تو لاری کی رفتار کا پابند اور معلم کا فرماں بردار بہرحال ہوگا۔ ہم باشندگان حجاز کی شکایت پسند نہیں کرتے ورنہ کچھ اور بھی کہنے کی ہمت کرتے۔ آگے عرض کرچکا ہوں کہ راقم الحروف کو حرم میں داخل ہونیکے وقت معلم نے بتایا نہیں کہ اب ہم حرم میں داخل ہو رہے ہیں تاکہ پہلے داہنا پاؤں داخل کرتے اور داخلہ کی دعا پڑھتے۔ مطاف کے قریب پہونچکر حرم اقدس کی حاضری کا علم ہوتا ہے کعبہ مقدسہ پر نظر پڑتے ہی دعائے ذیل زبان پر جاری ہوگئی۔

ہیں مثلاً حاجی حرم میں داخل ہونے کے وقت کم سے کم تھوڑی دور پیدل چلنا چاہئے کہ سنت انبیاء کرام ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام حرم میں پیدل اور برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔

سیدنا حضرت امام حسین علیٰ جدہ وابیہ علیہ السلام تو مدینہ سے کئی بار حج کے لئے مکہ معظمہ تک مسلسل پیدل تشریف لے گئے ہیں۔

کہ قریب آجائے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے۔

قبرستان مکہ باب المعلےٰ کیطرف سے داخل ہو۔

دعے پر دعا مانگے۔

حکومت حجاز ایک حکومت کی حیثیت سے تو بہت انتظام کرتی ہے۔ بجلی کی روشنی کا انتظام منا و مزدلفہ و عرفات میں ہر جگہ روشنی کی کثرت کیساتھ پانی کی سہولت، لاریوں کی روانگی، راستہ کا امن وامان وغیرہ لیکن اس قسم کا انتظام تو غیر مذہبی حکومتیں بھی جلوس اور بڑے اجتماعات کے موقعوں پر کرتی ہیں دیکھنا یہ ہے کہ مرکز اسلام کی عربی حکومت جو توحید و سنت کی علم بردار مشہور کیجاتی ہے وہ دینی حیثیت سے کیا اہتمام کرتی ہے سارے ملک حجاز میں کوئی تبلیغی محکمہ نہیں ہے بس حجاج معلمین کے حوالے ہیں معلمین بھی اکثر و بیشتر معمولی علم و قابلیت کے ہوتے ہیں جو دعاؤں کی عربی عبارتوں میں جگہ جگہ غلطی کرتے ہیں۔ یہ کونسی ازمنت ہے کہ جب بھی ریج جمعہ

دھکے دیتے ہوئے گرتے پڑتے جانا ادب کے خلاف تھا اور مردم آزاری کا اندیشہ بھی جو سخت ممنوع ہے۔ لکڑی بھی ہاتھ میں نہ تھی جس سے حجر کو چھو کر چومتے لہذا آخری تدبیر یہ تھی ہر شوط پر حجرہ میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر پشت ہاتھوں کی چہرے کی طرف کر کے تصور کرتے کہ گویا حجر کا بوسہ لے رہے ہیں اور ہتھیلیوں کو چوم لیتے۔ اسی طرح ہر شوط میں عمل کیا اور اضطباغ و رمل نہیں کیا کیونکہ طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کرنا تھی۔ اور اگر کوئی مفرد طواف قدوم کے ساتھ ہی سعی کرنا چاہے تو جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مفرد طواف زیارت کے بعد سعی کرے ہاں قارن کے لئے طواف قدوم کے بعد سعی کرنا افضل ہے۔ مفرد و قارن میں فرق یہ ہے کہ مفرد حج سے پہلے عمرہ نہیں کر سکتا۔ افراد و تمتع میں یہ فرق ہے کہ میقات پر فقط عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جاتا ہے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اور قران و تمتع میں یہ فرق ہے کہ قارن میقات پر حج و عمرہ دونوں کی نیت کے ساتھ احرام باندھتا ہے اور اسی ایک ہی احرام سے عمرہ اور حج دونوں ادا ہو جاتا ہے اور تمتع میں عمرہ و حج کے لئے الگ الگ احرام ہوتا ہے۔

قارن اور متمتع دونوں کے مقابلہ میں افراد کا ایک فرق یہ بھی ہے۔

اللھم زد بیتک ھذا تشریفا وتکریما وتعظیما ۔

اس عربی دعا کے علاوہ اور اپنی مادری زبان میں بہت سی دعائیں مانگیں مجیب الدعوات ہر ایک دعا کو قبول فرمائے اور پھر اس مرکز رحمت میں دعائیں مانگنے کا شرف عطا فرمائے آمین ۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے حجر اسود کی طرف آئے اور طواف قدوم معلم کی رہبری میں شروع کیا ۔ طواف کے لئے حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہوئے کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے مقابل تھا اور سارا حجر داہنی طرف پھر طواف کی نیت کی اور زبان سے کہا ۔

اللھم انی ارید طواف بیتک الحرام فیسرہ لی وتقبلہ منی ۔

اس کے بعد داہنی جانب ذرا سا چلے کہ حجر اسود بالکل سامنے ہو جائے ۔ پھر حجر کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر کہا ۔

بسم اللہ اللہ اکبر اللھم ایمانا بک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

پھر دونوں ہاتھ چھوڑ دئے اسکے بعد اگر ہجوم مانع نہ ہوتا تو حجر پر دونوں ہتھیلیاں رکھ کر آہستگی اور نرمی سے ہتیلیوں کے درمیان منھ رکھکر بوسہ لیتے ۔ ہجوم اسقدر تھا کہ حجر کو ہاتھوں سے مس کرنا بھی دشوار تھا

کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھا نماز کے وقت مقام ابراہیم کو مصلی اور کعبے کے مابین ہونا چاہیے۔ وہاں جگہ نہ مل سکے تو حطیم میں یا جس جگہ ممکن ہو نماز پڑھے نماز طواف کے بعد ملتزم سے آکر لپٹ جانا یاد آتا ہے جیسے بھاگا ہوا غلام آکر آقا سے لپٹ جائے رحمت الٰہی گویا سینے سے لگ رہی تھی۔ ملتزم پر کبھی داہنا رخسار کبھی بایاں رخسار رکھتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہتے تھے واللہ ان آنسوؤں میں تبسم سے زیادہ لطف آتا تھا اور لپٹنے کے وقت دماغ خوشبو سے معطر ہو جاتا تھا۔

ملتزم اس دیوار کعبہ کو کہتے ہیں جو بیت اللہ کے دروازے اور سنگ اسود کے درمیان پناہ بکیساں بنی ہوئی ہے۔ اس دیوار سے لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے اور لپٹنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو دیوار شریف کے اوپر پھیلا کر دعا مانگنا چاہیے۔ ملتزم شریف سے لپٹ کر بیر زمزم پر حاضر ہوئے خود اپنے ہاتھ سے ڈول ڈال کر پانی نکالنا اس وقت کے ہجوم میں کہاں ممکن تھا نو عمر لڑکے صراحیاں آب زمزم سے بھری ہوئی لئے ہوئے ہر طرف گشت کرتے تھے ایک آنہ میں ایک گلاس دیتے تھے ہم لوگوں نے بھی ایک ایک گلاس تین سانسوں میں پیا اور دعا مانگی۔ اللھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وعملاً صالحاً وشفاءً من کل داءٍ۔ مفرد کے لئے سعی طواف زیارت کے بعد افضل ہے اس لئے ما، زمزم پیکر ہم مولانا حسرت کے ساتھ

کہ مفرد پر قربانی واجب نہیں ۔

مفرد و قارن دونوں کے لئے مسنون ہے کہ فرض نماز یا جماعت یا سنت موکدہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو مکے میں داخل ہونے ہی پہلے طواف قدوم کریں ۔

مفرد اگر طواف قدوم ہی کے بعد سعی سے فارغ ہو جانا چاہتا ہے تو اسے طواف قدوم میں رمل اور اضطباع بھی کرنا چاہیئے۔ اضطباع یہ ہے کہ احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لیا جائے ۔

رمل سے مراد ہے ابتدائی تین پھیروں میں ذرا اکڑ کر مونڈھے ہلاتے ہوئے پہلوانوں کی طرح کسی قدر تیز چلنا ۔ بعض لوگ رمل کا مطلب سمجھتے ہیں تیز دوڑ کر چلنا جیسا کہ بعض اوقات مشاہدہ میں آیا ہے یہ جہالت ہے ۔

استلام کے بعد داہنی جانب بیت اللہ کے مقدس دروازے کی طرف چلنا چاہیئے ۔ اور حطیم کو طواف میں شامل کر لینا چاہیئے کہ وہ بر مذہب صحیح جزو کعبہ ہے ۔

دروازہ کعبہ کی طرف سے چلکر پھر حجر پر شوط ختم ہوتا ہے ساتویں چکر کے بعد آٹھویں بار حجر کے بوسے پر طواف ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد مقام ابراہیم پر حاضر ہوکر دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت میں سورۂ

کو عصر کی نماز بھی ظہر کی نماز کے وقت میں ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ (مزدلفہ)

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کو روانگی ہوئی اور جب وہاں پہنچے تو مغرب و عشاء کو جمع کرکے پہلے نماز ادا کی۔ کیونکہ عرفات یا راستہ میں مغرب و عشاء پڑھنا جائز نہیں۔

جمع بین الصلوٰتین کے بعد جب تک وضو باقی رہا دعائیں پڑھتے درود شریف کا ورد کرتے رہے اور خیال تھا کہ ذرا سا لیٹ کر پھر اٹھ بیٹھوں گا۔ کہ اس مبارک زمین پر آج کی روشن رات میں خوب روشن نصیبی کی دعائیں مانگوں اور کوشش کرونگا کہ صبح تک بیدار رہ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ لیکن عرفات کی دن بھر کی نفس کشی اور ازالہ بیماری سے کچھ سرد چیز کھا کر سبزی میں کمبل کے اندر ذرا سمٹ کر لیٹنے میں جو آرام ملا تو ایسی بے خبری اور صحت والی نیند آئی جس کے لئے سالہا سال سے تندرستی خراب ہونے کی بدولت ترسا کرتا ہوں برسوں کے بعد ایسی راحت کی نیند آئی اور آنکھ اس وقت کھلی جب نماز فجر کا وقت قریب آچکا تھا جلد اٹھ کر وضو کے لئے پانی کی فکر کی بڑی مشکلوں سے تھوڑا سا پانی ملا نہایت کفایت شعاری کے ساتھ وضو کیا اور پانی بمشکل کافی ہوا چٹائی بچھا کر بیٹھ گئے اور نماز سے فارغ ہو کر مسلسل بار بار مسجد مزدلفہ کے منارے کی طرف تکتے تھے ا د

جائے قیام کی طرف روانہ ہو گئے ۔
آٹھویں ذی الحجہ کو بعد طلوع آفتاب منا کو روانہ ہوے اور منا پہونچ کر ظہر کی نماز وقت مستحب میں ادا کی فجر تک کی پانچ نمازیں ادا کر کے نویں کی صبح کو دھوپ کے پھیل جانے کے بعد جانب عرفات روانہ ہو گئے ۔ راستہ میں تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوے جبل رحمت کو دیکھ کر تسبیح پڑھتے ہوے استغفار کرتے ہوے بڑھے ۔ مسجد نمرہ کی زیارت کرتے ہوے جبل رحمت کی طرف بڑھے لیکن معلم جبل رحمت کے قریب جگہ نہ دلوا سکا اور دور مگر جبل رحمت کے سامنے فاصلے پر خیمہ نصب ہوا اور ہم لوگ اونٹوں سے اتر پڑے ۔
جبل رحمت کے قریب سیاہ پتھر کا فرش ہے جسے موقف النبی کہتے ہیں۔ اس کی زیارت کا شرف نہ حاصل ہو سکا کچھ تو زالہ باری ہو جانے کی وجہ سے اور زیادہ اس وجہ سے کہ خیمہ سے گم ہو جانے کا اندیشہ تھا فاصلہ بھی زیادہ تھا ہجوم بے انتہا تھا ہمارے معلم کے حاجیوں میں سے کوئی بھی موقف النبی تک نہ پہونچ سکا ۔
خدا توفیق دے تو منا و عرفات میں سواری اور خیمہ کی پابندی نہ کرے ۔ اور والہانہ پاپیادہ ان متبرک مقامات پر حاضر ہو تو اطمینان سے عبادت و زیارت دونوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے تاکہ قافلے اور خیمہ سے چھوٹ جانیکے اندیشے حضور قلب میں رخنہ انداز نہ ہوں ۔ عرفات میں نویں تاریخ

ترجمہ :- عرفات سے واپسی میں مشعرالحرام پہونچو تو ذکر الٰہی کرو۔

مزدلفہ مشتق ہے ازدلاف سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں اس میدان مبارک کا نام مزدلفہ اس لئے ہوا کہ جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوّا سے یہیں ملے تھے۔

امام اوزاعیؒ اور بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہم علما کے نزدیک وقوف مزدلفہ رکن حج ہے اور حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اگر کسی نے بلا عذر شرعی وقوف مزدلفہ سے کوتاہی کی تو اسے دم دینا ہوگا۔

پھر منیٰ میں

اونٹ کچھ تیز رفتاری سے آئے اور چلے بھی تھے بروقت دھوپ زیادہ تیز نہ ہونے پائی تھی، بہت جلد منیٰ میں پہونچ گئے۔ معلم صاحب نے پہلے ہی سے خیمہ کا انتظام کرالیا تھا ہم لوگ اپنے سامان اونٹوں سے اتار کر خیمے میں پہونچکر مطمئن ہوگئے۔ مولانا حسرت موہانی صاحب مولانا صبغۃ اللہ صاحب اور خاکسار کا قیام ایک ہی خیمے میں رہا۔

نماز عصر کے بعد ہم لوگ رمی کے لئے روانہ ہوگئے۔ جمرے تین ہیں جنکو جمرۂ عقبہ جمرۂ وسطےٰ۔ جمرۂ ادنیٰ کہتے ہیں دسویں کو جمرۂ عقبہ کی رمی ہوتی ہے۔ تاحد نظر احرام پوشوں سے زمین معمور نظر آتی ہے۔

دعائیں مانگتے تھے پہلے تو بیحد افسوس ہوا کہ کتنی امیدوں کے بعد یہ رات نصیب ہوئی تھی جس کو بخت خفتہ نے کھو دیا مگر تا دیر رنج و حسرت کے بعد پھر دل نے تاویل کرکے بہلانا شروع کیا کہ زیادہ نہ پچھتاؤ گو رات عبادت میں نہ گذری لیکن یہ کیا کم ہے کہ زندگی کی یہ رات اس سرزمین پر بیگنا ہی میں گذری رہے وہ سو نیوالا جس کو سونے کے لئے اتنی مقدس زمین ملے جہاں کا سونا فرش بہشت کی نیند سے بھی بہتر ہے جب ہی تو ایسی پیاری نیند آئی جس کے لئے مدتوں سے ترس رہے تھے یہاں کا جاگنا یہاں کا سونا دونوں خوش نصیبی کی علامت ہے ایسا ہی پیارا بندہ ہوتا ہے جس کو یہاں خواب راحت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

نیند آگئی جو وادی فاراں کی راہ میں
تقدیر سو رہی تھی خدا کی پناہ میں

اپنے لئے اور مولانا حسرت موہانی کے لئے یہیں سے کنکریاں چن لیں اور چلنے کی تیاری شروع کی آج معلم صاحب کی کوشش سے بہت بروقت اونٹوں کی روانگی ہوئی سورج نکلنے سے کچھ پہلے اونٹوں کا قافلہ پھر منا روانہ ہوا۔

خدا نے قرآن مجید میں مزدلفہ کو مشعر الحرام کہہ کر یاد کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔

۱۰ ارتاریخ کے مقابلے میں ۱۱ کے طواف کا ہجوم کم ہوتا ہے۔

مفرد پر قربانی واجب نہیں اگر حج کے شکریہ میں کرے تو مستحب ہے پھر قربانی سے فارغ ہو کر قبلہ رخ بیٹھ کر سر منڈائے یا کتروائے لیکن منڈانا افضل ہے اور داہنی جانب سے شروع کرائے حجامت بنوانے سے پہلے اور فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہے۔ عورت کے لئے حکم ہے کہ کسی محرم سے ایک انگل بال الٹ کے کتروالے۔

مجھے احرام پہنے ہوئے لطف عبودیت حاصل ہو رہا تھا میں نے دسویں کو حجامت نہیں بنوائی۔ جمرۂ اخرے کی رمی کے وقت چونکہ لبیک کی مدت ختم ہو چکی تھی جب میں خیمے میں پہونچا تو عادۃً کبھی کبھی پھر لبیک زبان پر جاری ہو جائے۔ پھر یاد آجاتا کہ اب تو لبیک کی مدت ختم ہو چکی عجب حسرت دامنگیر ہوتی تھی اور فصیح الملک داغ مرحوم کا شعر یاد آجاتا تھا۔

تھا مرا منھ نہ لائق لبیک
کعبہ مجھ کو دکھا دیا تو نے

آٹھویں سے اس وقت تک کے بعد دیگرے مناسک حج کی ادائیگی کا سلسلہ تھا اور میں کمزور تو اں لیکن جذبۂ عبودیت کا وہ ولولہ تھا کہ اضمحلال نہ محسوس ہوتا تھا بلکہ بقیہ مناسک کا شوق سے انتظار تھا عقل و خرد کو سوالات کی عادت ہے لیکن کیوں اور کس لئے آج بھولا ہوا ہے قوت ادراک

دیکھ کر اولاً طبیعت پریشان ہوتی ہے کہ اس عظیم الشان مجمع کو چیرتے ہوئے جمرے تک رسائی کیونکر ممکن ہوگی۔ لیکن مجھ سا نحیف و ناتواں بھی پہونچ ہی گیا۔ اور اس وقت دھکوں میں بجائے انقباض خاطر کے مزاج میں شگفتگی اور جولانی محسوس ہوتی تھی۔ میں مفرد تھا۔ لہٰذا پہلی ہی کنکری پر لبیک موقوف کر دی کیونکہ مفرد و قارن دونوں کے لئے یہی حکم ہے کہ پہلی کنکری پر لبیک موقوف کر دے۔

کنکری پھینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ منا داہنے جانب اور مکہ معظمہ بائیں طرف ہو۔ زیادہ سے زیادہ پانچ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو پھر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکریاں پکڑ کر مارے کنکری پھینکتے کے وقت زبان سے کہتا جائے۔ بسم اللہ اللہ اکبر رغماً للشیطٰن ورضیً للرحمٰن۔

ہر مرتبہ ہاتھ اتنا اونچا اٹھائے کہ بغل کھل جائے۔ فارغ ہو کر پھر وہاں نہ ٹھہرے اپنی جائے قیام پر واپس آجائے۔

افضل یہ تھا کہ دسویں کو مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت کرتے لیکن ہمارے معلم صاحب کے قافلے میں بعض ضعیف اور مریض حجاج تھے جو دسویں کے ہجوم میں طواف اور سعی پھر منا کی واپسی اور اسی دن کثیر مجمع میں ساری حجاز کی پے درپے جدوجہد کے متحمل نہ ہو سکتے تھے مولانا حسرت موہانی صاحب بھی اسی رائے کی تائید کرنے لگے کہ طواف کل گیارہ کو کیا جائے کیوں کہ

کیوں کہ اسوقت پھل کا موسم نہ تھا جناب مسیح نے فرمایا کہ آج سے تو کبھی بار آور نہ ہوگا۔ چنانچہ انجیر کا وہ درخت خشک ہو گیا۔ صدیاں گذر گئیں وہ درخت باقی نہیں رہا لیکن اب تک عیسائی اس جگہ کو سنگسار کرتے ہیں۔

۱۱ ذی الحجہ کو معلم صاحب نے کرایے کی لاری طے کر دی اور اس سے طواف زیارت کے لئے ہم لوگ مکے روانہ ہوئے۔ مکے میں ۸ ذی الحجہ کے دن بوقت شب پہونچے تھے ساتویں تاریخ انتظامات میں گذر گئی آٹھویں کو منا روانہ ہوئے طواف نفل کی اب تک فرصت مع الاطمینان نصیب نہ ہوئی تھی طواف قدوم کے بعد آج دوسرا طواف ہے اور آج کا طواف رکن حج ہے جسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔

پہلے سر منڈایا اس کے بعد وضو کر کے حرم اقدس کے اندر ادب سے داخل ہوئے معلم صاحب کا پورا قافلہ ان کے اشاروں پر متحرک تھا ہم نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی اور حلق شعر کے بعد احرام بھی نہ اتار سکا تھا اس لئے طواف میں رمل اور اضطباع بھی کیا پہلے عرض کر چکا ہوں کہ معلم صاحب کے کارپرداز کے ساتھ جب طواف قدوم کے لئے حاضر ہوئے تو حرم مبارک کے اندر داخلہ بے خبری میں ہوا کارپرداز نے باب السلام میں داخل ہونے کے وقت مولانا حسرت پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے آگاہ نہیں کیا کیونکہ مولانا اس سے پہلے گیارہ حج کر چکے ہیں حدود حرم اور

بھی اسوقت شراب بندگی سے سرشار ہے۔ اسوقت کنکریوں کا مارنا خشک میدان میں ننگے سر پھرنا مکہ سے منا منا سے عرفات عرفات سے مزدلفہ، مزدلفہ سے پھر منا برہنہ سر لبیک پکارتے ہوئے آنا کسی بات پر عقل نہ ادراک کرتی ہے نہ ہی پر اصرار نہیں خرد کا خود ہی تقاضا ہے کہ ایسا ہی ہو اور فہم و ذہانت کی خود تمنا یہی ہے کہ ان مقدس گذرگاہوں میں دیوانہ وار دشت پیمائی کرو۔

رجم کا طریقہ اتنا والہانہ تھا کہ ذوق عشق مقصد حیات بنا ہوا تھا۔ خلیلؑ و ذبیح کا ایثار قدم قدم پر داد طلب تھا اور یاد آرہا تھا کہ یہی وہ ویرانہ تھا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کو خدا کے نام پر قربان کرنے کے لئے ہمراہ لئے جارہے تھے اور جگہ جگہ راستہ میں شیطان تین بار بہکانے کے لئے آیا۔ اور ہر مرتبہ مردود کو ناکام و نامراد رہنا پڑا۔ رب اکبر کو خلیل و ذبیح کی شان فدائیت ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی یادگار قائم کرکے بندگان مومن کو مذاق عشق و بندگی پیدا کرنیکا موقع عطا فرمایا۔

یہ طریقہ رجم عہد عتیق سے چلا آتا ہے عیسائیوں میں بھی آج تک یہ می حجاز کی رسم باقی ہے۔ بیت المقدس میں جبل زیتون کو جاتے ہوئے ایک مقام آتا ہے جسکے متعلق انجیل متی کے اکیسویں باب کی انیسویں آیت میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک انجیر کے درخت سے پھل کھانا چاہا آپ جب اس درخت کے پاس تشریف لے گئے تو پتیوں کے سوا کچھ نہ پایا

گرد حرم چکر لگا رہے ہیں اور ایسا والہانہ چکر کہ جب طواف میں کعبے کا سنہرا دروازہ سامنے آجاتا ہے تو محسوس ہونے لگتا ہے گویا یہ محبوب ازل کی تجلیگاہ کا دروازہ ہے جسکے کھلنے کے بعد اذن دیدار ہوگا اور ابھی شاہد کنت کنزاً مخفیاً آرائش میں مصروف ہے۔ عربی و عجمی گورے کالے سب ہی مست بادۂ عشق ہیں کوئی دیوار سے لپٹا ہوا رو رہا ہے کوئی غلاف تھامے ہوئے گڑگڑا رہا ہے کوئی مقام ابراہیم پر سربسجود ہے آج بادشاہ ہو یا گدا یہاں جس کو دیکھئے اظہار تذلل کے سوا کچھ نہیں سب کی پیشانیاں خاک آلود ہیں واہ رے محمد رسول اللہ پر اعتماد آج تک نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے خدا کی آواز سنی نہ لامکاں والے پروردگار کے متعلق بیت الحرام میں خانہ نشیں ہونیکا اعتقاد مگر اس ہادی برحق نے کعبہ سے کردگار عرش کی نسبت قریبہ کا سبق دیا ہے اور وہ سبق اسقدر یاد ہے اور اس کے مضمون پر وہ اعتبار اور رسول اکرم کی تعلیم پر اتنا یقین ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کا طواف اتنا مست نہ کرسکا ہوگا جو مستی و دیوانگی کا عالم آج حرم الہٰی کے گرد چکر لگانیوالوں میں نظر آرہا ہے میری نگاہیں تو یہاں ہر قدم پر توحید کے روشن بروشن سچے رسول کی رسالت عظمےٰ کا جلال و جمال دیکھ رہی تھیں۔

کیوں نہ حیرت ہو تجھے دیکھ کے اے شوق طواف
یاد آتا ہے طواف شہ دیں صل علیٰ

باب السلام وغیرہ سے واقف تھے میں تو جب مطاف کے قریب پہونچا ہوں تو روشنی میں غلاف کعبہ کو جھلکتے ہوئے دیکھ کر معلوم کرتا ہوں کہ حرم محترم کے اندر باریابی حاصل ہو گئی اولاً زیارت کا وقت اور بے علمی کی حالت زندگی میں پہلا طواف حیرت ہی میں ونت گذر گیا۔

حقیقۃً آج طواف زیارت میں طواف کا پورا سرور حاصل ہو رہا ہے روز روشن کا وقت تقریباً ہندستانی ٹائم سے دس بجے ہوں گے حرم کے ایک ایک محراب و در کو محبت کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے تصویروں اور نقشوں میں اتبک جو کچھ دیکھا تھا اس کو عمارت خلیل اور اس کی حدود سے منطبق کر رہا ہوں اور ناز ہے قسمت پر کہ جس کعبۂ مقدسہ کو تصویر اور فوٹو میں دیکھ کر دل مسرور ہو جاتا تھا بحمد اللہ آج وہ بہ نفس نفیس نظروں کے سامنے ہے اگلے تصورات گویا خواب تھے اور آج خواب کی تعبیر سامنے ہے خلق اللہ کا وہ ہجوم کہ صحن حرم کی وسعت ناکافی ہو رہی ہے۔ شہزوروں کی بن آتی ہے ناتوانوں کو صرف بندگی سہارا دے رہی ہے مریضوں اور ضعیفوں اکر خمیدہ بوڑھوں پر بھی محبت کا شباب ہے گرتے پڑتے ہیں لیکن جان بھی چلی جائے تو کیا پرواہ ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ؛
سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داءٍ ۔

اب معلم صاحب ہم لوگوں کو باب الصفا سے باہر لائے اور سعی بین الصفا والمروہ شروع ہوئی مناسک حج میں تمام عبادات روح کو بے حد با کیف کرتی رہیں زندگی میں یہی موقع تھا کہ عبادت ہی عبادت میں دل و دماغ کو سرور حاصل ہو رہا عبادت ہی سے تفریح ہوتی رہی عبادت ہی میں زندگی کی پوری مسرت نصیب ہوئی البتہ اس گنہ گار کو ذوق کی پستی نے اس سرور افزا عبادت میں ایک ہی موقع تھا جہاں زیادہ برکات سے مستفیض نہ ہونے دیا اور وہ موقع یہی سعی کا تھا قرآن پاک جب میں پڑھتا تھا تو ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ کی آیۂ کریمہ تصوراتی طور پر گویا مقام عرش بریں میں پہونچا دیتی لیکن جب اس مقدس گذرگاہ میں پہونچے تو موٹر کی پوں پوں بازار کی عام چہل پہل والی ہنگامی کیفیت دیکھ کر ایسا معلوم ہونے لگا گویا سعی نہیں کر رہا ہوں بازار میں خرید و فروخت کو نکلا ہوں بہت کوشش کی کہ حضور قلب کے ساتھ گذرگاہ جناب ہاجرہ علیہا السلام میں دوڑوں مگر نہ ہو سکا اور یہ تنہا میری ہی کیفیت نہ تھی میرے اکثر رفقا کا بھی حال تھا چنانچہ معلم غصہ میں آکر کہہ بیٹھا کہ جب آپ لوگ میری دعائیں پڑھتے ہی نہیں تو میرے ساتھ آنے سے کیا فائدہ عام طور پہ طواف اور سعی وغیرہ میں ہوتا ہے کہ معلم یا معلم کا کوئی کارپرداز دعائیں بلند آواز

طواف حرم کے ساتھ یہ تصور اور بھی ذوق کو بڑھا رہا تھا کہ اللہ اکبر کہاں محو نیاز مندی ہوں یہ مطاف مقدس کی زمین اطہر وہ قطعہ پاک ہے جسپر ایسی احرام پوشی کے ساتھ جگہ جگہ سروخرامان حجاز کا قدم ناز پڑا ہے اور یہاں بارہا خدا کا محبوب بشکل محب حرم کے گرد چکر لگا چکا ہے جس کا ہر طواف بندگان الہٰی کے لئے اس مرکز عبادت میں آج تک سبق آموز محبت ہے توحید کی ہر ضیا رسالت کبریٰ کی روشنی کے پہلو بہ پہلو ہے۔

دہد حق عشق احمد بندگان چیدۂ خود را
کہ خاصاں شاہ می بخشد متے پوشیدۂ خود را

آج ہی تو معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت محمد رسول اللہ کی محبت کے بغیر جسد بے روح ہے جب تک اشہد ان محمد رسول اللہ نہ کہئے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنا ناکافی ہے پھر کیا معنی کہ عبادت الہٰی کے وقت رسالت کا تصور نہ پیدا ہو خدا جانے کس بے ادب نے کہدیا کہ نماز میں رسول اللہ کا خیال آجانا گدھے اور بیل کے خیال سے بھی بدتر ہے۔ میں کسی توجیہہ و تاویل کے ساتھ بھی اس کفریہ قول کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جب خدا خدا کے مرتبہ پر اور نبی نبی کے درجہ پر یاد آتا ہے تو پھر کیا اعتراض ہے، ذرا زبان و دہن کو تو سنبھالنا تھا۔ طواف سے مشرف ہوکر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی پھر چاہ زمزم پر پہونچے سیراب ہوئے ماء زمزم پیتے وقت دعا پڑھی۔

آج کی فرصت میں کھانے سے فراغت کے بعد معلم صاحب نے فرمایا شفیق تم اپنا کلام مجھے نہ سناؤ گے مولانا حسرت موہانی صاحب نے بھی حکم دیا مولانا صبغۃ اللہ نے بھی تائید کی اور خیمے کے اندر گویا چھوٹی سی نشست ہو گئی میں نے بھی سنایا اور حسرت صاحب و مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے بھی اپنے اشعار سنائے ۔

۱۱ اور ۱۲ کی رمی کا وقت زوال کے بعد ہے دونوں دن رمی کی ترتیب بھی ایک ہی ہوتی ہے پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی ہوتی ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ آخر میں جمرۂ عقبیٰ ان دونوں تاریخوں میں تینوں جمرے کی رمی ہوتی ہے اکیس ۲۱ کنکریاں جنی جاتی ہیں سات سات کنکریاں ہر جمرے پر ماری جاتی ہیں کنکریاں جمرات کے پاس سے نہ چنے ۔ کنکریوں کو پانی سے دھولینا چاہئے ۔ ہر کنکری بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر پھینکے ۔ کنکریاں مزدلفہ سے چن لے کہ یہ مستحب ہے ۔

۱۱ کو رمی جمار کی واپسی میں ہجوم کی وجہ سے میں ساتھیوں سے چھوٹ گیا ۔ خیمہ کا راستہ بھی بھول گیا تقریباً دو گھنٹہ تک مختلف سڑکوں پر چکر لگاتا رہا ۔ خیمے کا پتہ نہ لگتا تھا ایک پنجاب کے مرد مسلمان سے پانی پینے کو مانگا وہ مجھے پریشان دیکھ کر حال پوچھنے لگے میں نے ساتھیوں سے چھوٹ جانے اور خیمہ کا راستہ بھول جانیکا ذکر کیا وہ حسن اخلاق کے ساتھ اپنے معلم کے پاس لے چلے کہ وہ شیخ المعلمین ہیں ان سے آپ کے معلم کا خیمہ معلوم ہو جائے گا ۔

سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے اور اس کے حاجی متحد آوازوں سے پڑھتے ہیں لیکن اس موقع پہ یہ دیکھا کہ معلم کا کارندہ غریب چلا کر پڑھ رہا ہے اور چند افراد تو آوازیں ملاتے ہیں بقیہ لوگ دھکوں سے اپنے کو بچانے میں موٹر کی بوں بوں میں گم ہیں افسوس کہ اس بزرگ ترین مقام پہ دسویں تاریخ کی کنکریوں سے چوٹ کھایا ہوا شیطان انتقام لینے میں کچھ کامیاب ہوگیا۔ اللّٰہم احفظنا منہ۔ خیر ابھی گیارہویں اور بارہویں کے دن باقی ہیں منا میں چل کر کمبخت کو ایسی کنکریاں ماروں کہ وہ دو اٹھنے کے قابل نہ رہ جائے اور آج کا انتقام یوں لونگا کہ گو تیرہویں کی رمی اور واجب نہیں لیکن انشاء اللہ اس مردود ازلی پر تیرہویں کو بھی پتھراؤ کروں گا۔

سعی کر کے فوراً ہی لاری سے منا کو روانگی ہوئی تقریباً نصف گھنٹہ میں منا پہونچ گئے اور وہاں معلم صاحب کے خیمے میں پہونچکر مطمئن ہوئے کہ بحمداللہ حج کے فرائض وارکان ادا ہوگئے۔ رب العالمین نے بڑی توفیق عطا فرمائی اس کی اس نوازش پر بار بار تعجب ہوتا غوث واقطاب ابدال واوتاد اور نہ جانے کتنے فرشتگان رحمت کے اجتماع عظیم میں ایک سگ دنیا کی شمولیت بندہ نوازی کا بجائے خود یقین محکم ہے۔

خاک نعلین رہروان تو

شرف تکمۂ کلاہ ہمہ

والوں کی قدر پہچانتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے چار بلاکر شیخ المعلمین کا آدمی ساتھ کیا۔ میں روانہ ہو گیا حسن اتفاق کہ ایک چکر میں کچھ دور چلکر خیمے کے راستے کو ایک شربت فروش کی دکان کی علامت سے میں نے خود پہچان لیا اور فرستادہ آدمی سے مصافحہ کر کے شکریہ کے الفاظ کے ساتھ رخصت ہوا بارہویں کو پھر یہی حقیقہ پیش آیا میں مولانا صبغۃ اللہ کیساتھ بازار میں چار پینے کے لئے گیا واپسی میں پھر خیمہ کا راستہ مشتبہ ہوا دو تین چکر لگانے کے بعد پھر اسی جگہ پہونچے جہاں ڈاکٹر صاحب کا قیام تھا مولانا صبغۃ اللہ صاحب کو ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا بھی اشتیاق تھا ان کے ایماء سے میں نے ڈاکٹر صاحب کو آواز دی موصوف نے پردہ کا انتظام فرما کر ہم لوگوں کو بلایا تا دیر گفتگو کے بعد پھر چار نوشی ہوئی اور دنبہ کا پلاؤ ڈاکٹر صاحب نے منگوایا بازار کا کھانا کھاتے کھاتے طبیعت اکتا چلی تھی اسوقت کا خانہ ساز پلاؤ بہت خوش ذائقہ معلوم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے آج بھی آدمی ساتھ کیا اور آج بھی اس آخری چکر میں کچھ دور چلکر مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے ہاشم نامی ایک معلم کے جھنڈے کو دیکھ کر اپنے خیمہ کا رخ پہچان لیا اور آدمی کو وہیں سے رخصت کر دیا چند قدم چل کر اپنا خیمہ آ گیا۔

الحمد للہ کہ گیارہویں اور بارہویں کی رمی جمار سے بھی حسن و خوبی کیساتھ فراغت ہوئی اور تمام فرائض ارکان و واجبات حج کی ادائیگی کے بعد مکے

چنانچہ وہ شیخ المعلمین کی جائے قیام پر لیکر پہونچے اور ان کے ایک کارپرداز سے میرے باب میں گفتگو کرنے لگے کہ یکایک کان میں آواز آئی کہ شفیق صاحب میں نے مڑکر دیکھا تو عالی جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب لکھنوی میاں میں قریب پہونچا موصوف نے اپنی نشستگاہ پر بٹھا کر حال پوچھا میں نے کل کیفیت بیان کی آپ نے دلجوئی کے ساتھ فرمایا کہ گھبرایئے نہیں خیمہ مل جائیگا۔ یہ ارشاد فرما کر اپنے معلم صاحب کے ایک آدمی کو بلایا اس نے ذرا ٹھہر کر پہونچانے کا وعدہ کیا موصوف کی بیگم صاحبہ بھی سفر حرمین میں آپ کے ساتھ تھیں موصوفہ نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ شفیق صاحب کے لئے چائے منگوایئے ڈاکٹر صاحب نے چائے لانے کے لئے خود زحمت فرمائی اور بیگم صاحبہ میدان عرفات کی ترالہ باری کے وقت اپنی ذات پر گذرے ہوئے حالات بیان فرمانے لگیں اور اس سلسلہ میں مولانا بشو میاں بھوپالی اور مولانا کی والدۂ معظمہ کی بزرگانہ جدوجہد اور ان کے ایثار کا واقعہ بھی بہت متاثر ہوکر بیان فرمانے لگیں بیگم صاحبہ کی دینداری اور ذوق اسلامی کا اندازہ کرکے دل کو بہت خوشی ہوئی اور دل سے دعائیں نکلنے لگیں کہ عہدہ و منصب دولت و عزت اللہ ایسے ہی لوگوں کو عطا فرمائے۔ جو بلند مرتبہ پر پہونچکر اللہ اور اللہ کے عبادت گذار بندوں کا احترام کرتے ہیں مولانا بشو میاں بھوپالی کا ایثار میں خود بارہا دیکھ چکا تھا بیگم صاحبہ کی زبان سے انکی تعریف سنکر مسرت ہوئی کہ موصوفہ اللہ

مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے۔ حج کے بعد سنا تھا کہ وطن یاد آنے لگتا ہے۔
کچھ تو اس حقیقت کا بھی تجربہ ہوا اور بہت زیادہ تمام ہمراہان قافلہ سے
چھوٹ جانے کی وجہ سے دل گھبرایا۔ معلم صاحب سے معلوم ہوا کہ ہمارا
نمبرہ صفر تک آئے گا۔ اس طولانی مدت قیام کا حال معلوم کر کے میں حرم
شریف کی حاضری اور دیگر متبرک زیارتگاہوں سے دل کو دالبتہ کرنے
لگا۔ مولانا حسرت موہانی کے چلے جانے کے بعد ہمارے معلم صاحب کے کل
حجاج بھی رخصت ہو گئے رفقار جہاز تو چھوٹے ہی تھے معلم کے قافلہ کے
لوگ بھی چلدیئے تو دو تین دن تک مجھے بھی وطن کی یاد اکثر آئی مگر یہ کیفیت
اضطراب بہت جلد ختم ہو گئی کچھ تو نئے نئے ساتھی پیدا ہونے لگے اور بہت
زیادہ دل بہلنے کا سامان طواف حرم اور حنفی مصلے پر تلاوت قرآن پاک
سے ہوا ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے ہی حرم کی محبت یاد وطن پر پھر
غالب آگئی۔ اور کثرت سے طواف کرتا رہا۔ کئی راتیں حرم شریف میں پوری
گذار دیں۔

تیرہویں کے بعد جب تک مکہ معظمہ میں رہنے کا شرف حاصل ہو کثرت
سے طواف کر گئے جسقدر ممکن ہو عمرہ کرے تلادت قرآن میں وقت گذارے
استغفار و مناجات میں شب و روز مصروف رہے اور سوچتا رہے کہ بڑے نصیبی
نجات نصیب ہوئے پھر خدا جانے کب اس بارگاہ عالی میں رسائی کا شرف

کی روانگی کا انتظار کیا جائے گا۔

تیرہویں کو روانگی زوال سے پہلے ہوئی اس لئے افضلیت کا ثواب تو نہ حاصل کر سکے لیکن رمی جمار اس روز بھی کی۔ واپسی میں سنت یہ ہے کہ وادی محصب میں عصر و مغرب و عشاء کی نماز ادا کرے اور ذرا لیٹ جائے کم سے کم تھوڑی دیر تو ضرور وہاں ٹھہر کر اتباع سنت کا ثواب حاصل کرنا چاہئے لیکن معلم صاحبان اور لاری چلانے والے بالعموم ان سنتوں سے محروم رکھتے ہیں۔ حجاز شریف میں جب تک ایک تبلیغی محکمہ نہ قائم ہوگا اس قسم کی کوتاہیوں کی اصلاح دشوار ہے۔ تیرہویں کو ظہر کی نماز کے وقت ہم لوگ مکہ معظمہ پہونچ گئے۔

چالیس دن مکہ معظمہ میں

مکہ معظمہ پہونچکر سفر کے تمام رفقاء منتشر ہو گئے۔ صحیح تاریخ یاد نہیں غالباً ۱۸ ذی الحجہ کو مولانا حسرت موہانی حضرت مولانا جمال میاں کے ساتھ ہوائی جہاز سے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی منا کی واپسی میں شغدف سے اترتے ہی یوں غائب ہوئے کہ پھر مدینہ منورہ تک کہیں ان کا پتہ نہ معلوم ہو سکا۔ ڈاکٹر عبد الحمید صاحب رباط بھوپال میں مقیم تھے ایک روز ان سے ملنے کو میں پہونچا تو معلوم ہوا وہ کل

عاشورے کی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ والد ماجد ابو الفیض حافظ الحاج حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ابنق رح مداح نبی صلعم تشریف لائے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ امام حسین کی شان میں سلام پڑھو جب میری آنکھیں کھل جاتی ہیں تو مجھے یاد آتا ہے کہ آج عاشورے کی رات ہے اور عاشورے کی رات کو اپنے وطن میں مجلس شہادت منعقد ہوتی ہے اور میں متعدد محفلوں میں خود بیان شہادت کرتا ہوں غریب خانہ پر بھی انعقاد بزم ہوتا ہے۔ چونکہ مکہ معظمہ میں سعودی دور میں اس قسم کی محفلیں بدعت قرار پا چکی ہیں اسوجہ سے وہاں کوئی اس قسم کا تذکرہ بھی نہ تھا جس سے عاشورے کا خیال آتا اس روز مجھے روحوں کے تعلقات کا اندازہ ہوا میں نے محسوس کیا کہ والد ماجد علیہ الرحمہ مجھے گویا متنبہ کرنے کیلئے خواب میں تشریف لائے اور مرے دیرینہ معمول کو یاد دلایا پھر صبح کو اٹھ کر حرم شریف میں قرآن پاک پڑھ کر شہدائے کربلا بالخصوص سید الشہدا حضرت امام حسین علےجدہ و ابیہ و علیہ السلام کی روح مقدس کو ایصال ثواب کیا۔ تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر جنۃ المعلےٰ کو روانہ ہوا کہ چلوں اور خاندان رسالت کے بزرگوں کو آج ایصال ثواب نزدیک سے کردں۔ چلتے وقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف پر حاضری کا بڑا اشتیاق تھا اور سوچتا رہا تھا کہ کوئی رہنما نہیں جو ام المومنین کی قبر انور کا

حاصل ہو۔ غار حرا مسجد سیدنا بلال اور دیگر آثار مقدسہ کی زیارت کو جائے جس سے بہت ہی انشراح صدر ہوتا ہے اور عہد رسالت و زمانہ صحابہ کی یاد تازہ ہوتی ہے آنکھوں کو نور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

جنت المعلیٰ

منا کے راستے میں وادی محصب سے قریب مسجد حرام سے میل بھر فاصلہ پر مکہ معظمہ کا یہ مشہور گورستان واقع ہے کچھ حصہ شکستہ چار دیواری سے گھرا ہوا گذشتہ زیبائش کو یاد دلا رہا ہے۔ ایک روز ایک ترک مرد مسلمان کا جنازہ جا رہا تھا حرمین شریفین کی زیارت کے موقع پر خلافت عثمانیہ اور ترکان احرار کی للہیت اور ان کے حب رسول کی دل میں بڑی قدر ہوتی ہے اور اس زندہ قوم کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ بتقاضائے اخوت اسلامی جنازے کے ہمراہ میں بھی ہولیا اس مرحوم ترک بھائی کی خوش نصیبی پر رشک آ رہا تھا کہ حج کر کے گناہوں سے پاک ہوتے ہی اسے جنۃ المعلیٰ کی بہشتی خوابگاہ نصیب ہو رہی ہے، جنازہ جنۃ المعلیٰ پہونچا نعش سپرد خاک ہوئی اور میں نے بھی مٹی دینے کا ثواب حاصل کیا۔

آج جنۃ المعلیٰ کی زیارت کا پہلا موقعہ تھا اس کی ویرانی کی داستان پہلے سن چکا تھا اب آنکھوں سے دیکھا چونکہ اسوقت کوئی باخبر ساتھ نہ تھا اسلئے کتابی معلومات کی بنا پر فاتحہ خوانی کر کے چلا آیا ممتاز مزارات کا پتہ نہ چل سکا

چونکہ مکہ معظمہ میں جب تک قیام رہا میں ہر پنجشنبہ کو جنۃ المعلیٰ بالخصوص مزار ام المومنین پر حاضر ہوتا رہا۔ دیگر زیارتگاہوں اور مآثر طیبہ کی زیارت کو بھی پہنچتا رہا جنکا ذکر باعث تطویل ہے۔

جبل نور

ایک روز حرم شریف میں نماز فجر کے بعد حنفی مصلے پہ تلاوت قرآن کے وقت مولوی عبدالاحد صاحب سیتاپوری سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ وہ چند محبین کے ساتھ غار حرا کی زیارت کو جارہے ہیں اس مقام پرانوار کی زیارت کا مجھے بھی بیحد شوق تھا میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا اس زیارت میں حضرات ذیل ہمراہ تھے۔

مولانا قاسم شاہجہاںپوری

مولوی عبدالاحد سیتاپوری

مولوی شمس الاسلام صاحب

محمد عتیق صاحب

احمد علی صاحب

چند زائرین اور بھی ساتھ تھے مجھے اتنے ہی نام یاد رہ گئے۔

منیٰ کو جاتے ہوئے جبل نور کی چوٹیاں مخروطی شکل میں نظر آتی ہیں۔

نشان بتائے وہاں پہونچ کر من طلب فوجدان کی تصدیق ہوئی ایک عرب صاحب فاتحہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ قریب جاکر انھیں سلام کیا اور عربی میں دریافت کیا کہ ام المومنین کا مزار کس جگہ ہے وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے ایک طرف مجھے لے گئے اور فرمایا ہذا قبر ام المومنین۔ فرط عقیدت سے میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں گو ٹوٹی ہوئی قبر تھی مگر نگاہوں کو پھر بھی ایک جلالت محسوس ہو رہی تھی میں نے درود کر فاتحہ پڑھا اور عرض کیا یا ام المومنین آج یوم عاشورہ ہے میں آپ کی بارگاہ میں آپ کے نواسہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ گو تعزیت کی مدت ختم ہوگئی مگر جگر گوشۂ رسول کی تعزیت مستثنیات میں سے ہے۔ آج تک دنیا کے گوشہ گوشہ میں ماتم ہو رہا ہے۔ آنسو تھمتے نہ تھے دیر تک میں مزار پر انوار پر حاضر رہا اور ام المومنین کے بلند اوصاف و مراتب یاد آ آ کر عقیدت کو اور زیادہ برانگیختہ کرتے رہے۔

پھر وہی عرب مجھے بعض صحابۂ کرام اور مقام قبۂ آمنہؓ اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر لے گئے۔ میں حیرت کے عالم میں اور کبھی مسرت کی دنیا میں اپنے کو پا رہا تھا کہ بظاہر ویرانے میں ہوں لیکن ویرانہ ایسا ویرانہ ہے کہ داروغۂ رضواں جس کے استقبال کو اٹھیگا۔ وہ نفوس کاملہ یہاں جلوہ آرا ہیں۔ یہ ویرانہ بہشت بریں کی حوروں کو جاروب کشی کے لئے بلائے تو نازنینان خلد بریں سر کو قدم بنا کر چلی آئیں۔

ایک ایک آنہ گلاس نہایت شیریں اور ٹھنڈا پانی اس ضعیف نے پلایا۔ کچھ دیر اس جگہ ہم لوگ بیٹھے ذرا آرام سے چلے تو پھر چڑھائی شروع کی جتنا ہی چڑھتے جاتے تھے چوٹی اتنی ہی دور ہوتی جاتی تھی اور دیکھنے میں نہایت قریب معلوم ہوتی اور یہاں بھی دھن تھی کہ چلتے رہیں گے۔ راہ میں ایک حوض ملا جس میں کچھ پانی بھی تھا لیکن وضو کے قابل نہ معلوم ہوتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ غالبًا یہ حوض یہاں زائرین کے لئے ترکوں نے بنوایا ہوگا۔ اور ترکوں کے سوا دوسری طرف ذہن جا بھی تو نہیں سکتا کہ مکہ و مدینہ ظاہری زیبائش و آرائش کے لحاظ سے انھیں خدام اسلام کے سجائے ہوئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا۔

اسی حوض کے قریب ایک جگہ ہم اور مولانا قاسم صاحب ٹھہر گئے اس جگہ بھی ایک غار تھا اسی کو غار حرا سمجھ کر دعائیں پڑھنے لگے۔ رقت طاری ہونے لگی۔ محمد عتیق صاحب ایک باخبر کو ساتھ لائے تھے۔ لیکن اس نے آکر بتایا کہ آپ لوگ آگے چلئے غار حرا ابھی اوپر ہے۔ پھر چڑھائی شروع ہوئی لیکن تھوڑی ہی بلندی کے بعد وہ غار حرا آ ہی گیا جو مقام شق صدر سے قریب تر ہے شق صدر ہی کی جگہ کیا کم تھی دل اسی جگہ بے چین ہوگیا اور توقف کیا گیا آخر پھر وہاں سے غار مبارک کی طرف چلے اور بہت جلد پہونچکر ہم سب عشق رسول پاک کی شراب سے مست و سرشار ہوگئے۔

بنوت کی ابتدائی تاریخ دل و دماغ پر از سر نو نقش ہو رہی تھی۔

تقریباً حرم شریف سے تین میل کا فاصلہ ہے لیکن بہت پہلے سے جبل نور دکھائی دینے لگتا ہے اور نصف میل سے کچھ کم غار حرا کی چڑھائی ہے راہ میں نجدی سپاہیوں نے جانے سے بہت روکا مولانا قاسم صاحب شاہجہانپوری سے پر غیظ بحث بھی رہی لیکن نجدیوں نے کسی طرح نہ جانے دیا اور پلٹنا پڑا۔ آخرکار واپسی کے ارادے سے تھوڑی دیر تک چلنے کے بعد محمد عتیق صاحب باہم مشورہ کرکے پھر سپاہی کے پاس گئے اور خوشامد کرکے اسکی جیب گرمائی تو پھر مزاحمت نہ کی۔ سکے دیکھ کر نجدی سپاہی عقیدہ بھول جاتا ہے۔

دھوپ کی شدت تھی آفتاب بہت تیز ہو چکا تھا پسینے آنے لگے تھے لیکن شوق وصول بھی تیز تر تھا چڑھائی شروع ہوئی تو پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔ چڑھتے چڑھتے ایک جگہ درے میں مختصر سے پتھروں کے سائے میں ایک ضعیفہ پانی کا مشکیزہ اور کٹورا لئے ہوئے نظر آئی۔

اللہ اللہ یہ تنہائی کا عالم سنسان جگہ کوئی چھوٹی سی بستی بھی نہیں۔ نہ کنواں نہ چشمہ پہاڑ کے اوپر اور پھر ایسا پہاڑ جس پر چڑھنے اور جس کی طرف جانے کی سرکاری بھی مخالفت اور سپاہیوں کا پہرا ہو ساقی کوثر کا تصرف دیکھیے کہ تشنگان محبت کو کشاں کشاں بلا رہے ہیں اور ان کی خشک لبی کا اتنا پاس ہے کہ اس ویرانے میں بھی سیرابی کا انتظام ہے۔

حبیب الرحمٰن صاحب اور مولوی گلزار صاحب دربھنگوی سے زیادہ یکجائی رہی۔ بہار کے کچھ حجاج جو حکیم صاحب کے ہمراہ ایک ہی کرائے کے مکان میں مقیم تھے تعلقات بڑھ گئے تو میں بھی بستر اٹھالایا اور محرم کا دوسرا عشرہ مخلصین بہار کے ساتھ گذرا۔ صوبہ بہار کے حضرات میرے ساتھ خلوص و محبت سے پیش آتے رہے اور بحمداللہ ان کا ساتھ بمبئی تک رہا اس قافلہ کے حضرات ذیل تو مجھ پر بہت ہی مہربان رہے۔

حاجی بہادر حسن صاحب ۲۷ نمبر سرکلر روڈ کلکتہ

حاجی شاہ محمد صاحب ۲۷ نمبر سرکلر روڈ کلکتہ

حاجی محمد جان صاحب بہردکہڑا پوسٹ بریارپور ضلع مظفرپور

حکیم الحاج مولوی احمد حبیب الرحمٰن صدیقی جی۔ یو۔ ایم ایس یونانی میڈیکل ہال بتیا چمپارن بہار۔

جناب شیخ عبدالحمید صاحب برماسل ایجنٹ گنج محلہ ۲ پوسٹ بتیا ضلع چمپارن۔

حاجی مولوی محمد سعداللہ صاحب ناظم یتیم خانہ بدریہ بتیا چمپارن

حاجی غلام نبی خان صاحب موضع سریا ڈاک خانہ بتیا ضلع چمپارن

حاجی نور محمد صاحب ڈاکخانہ مجھولیہ بڑھیا ٹولہ ضلع چمپارن

اسی قافلہ میں حکیم احمد حبیب الرحمٰن صاحب کے جلا امجد اور مدرسہ

جبریل امیں کا آنا، پہلی وحی کا نزول، صبح نبوت کا آغاز یاد آیا تو واقعی جبل
نور مجسم نور نظر آنے لگا۔ نفل نمازیں پڑھی گئیں۔ دعائیں مانگی گئیں تقریباً
پون گھنٹہ قیام رہا جمعہ کا دن تھا حرم کے جمعہ کا بھی اشتیاق تھا اس نے
روانگی میں جلدی کی گئی ورنہ تقاضائے شوق تو یہ تھا کہ جہاں راتیں گذاری
ہیں سید الانبیاء نے وہاں چند گھنٹے تو گذر جائیں لیکن جمعہ کی وجہ سے ہم لوگ
نبگاہ حسرت اس نورانی غار کو دیکھتے ہوئے اٹھے اور پھر حاضری کی دعائیں
مانگتے ہوئے سوئے حرم روانہ ہوئے واپسی میں اسی ضعیفہ سے پھر متبرک
پانی لے کر سب نے نوش کیا۔

دامن کوہ سے آگے بڑھکر سڑک پر کرائے کا موٹر جا رہا تھا اسی پر
بیٹھکر ہم لوگ حریم شریف پہونچے۔ جمعہ کی نماز کا وقت آچکا تھا موٹر نہ ملتا
تو جمعہ سے محرومی ہوتی۔ خلوص عبودیت کام آگیا اور بغیر کسی پیشتر انتظام
کے واپسی موٹر سے ہوئی ٹھیک اذان جمعہ کے وقت داخل حرم ہوگئے۔

اب جان پہچان والے اور نئے ملنے والے بھی بہت سے پیدا ہوگئے
تھے اور ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ برسوں سے مکۂ معظمہ میں رہتا ہوں مکہ
سے مدینہ تک گاہ گاہ شعر و سخن کی چھوٹی چھوٹی نشستیں بھی ہوتی رہیں مولانا
حسرت وغیرہ کے چلے جانے سے چند روز تنہائی سے جو الجھن پیدا
ہوگئی تھی وہ جاتی رہی۔ عاشورہ کے بعد رفیق جہاز مولوی حکیم اختر

عرب اور ایام جاہلیت

عرب مشتق ہے عربہ سے سامی زبان میں عرب نام ہے دشت و بیاباں کا ملک
عرب کا زیادہ حصہ صحرا ہے اسلئے پورے ملک کا نام عرب ہو گیا۔ جو پانچ حصوں
پر منقسم ہے۔

۱۔ یمن۔ یمن اسلئے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے جانب مشرق رخ کرکے کھڑے
ہونے سے وہ جانب دست یمین یعنی داہنے ہاتھ کی طرف واقع ہے۔

۲۔ تہامہ یہ حصہ ریگستان ہے اور چھوٹا سا ٹکڑا ہے یہاں کی رات خوشگوار
ہوتی ہے۔

۳۔ یمامہ۔ اس حصہ کا نام عروض بھی ہے یہاں کی کھجوریں مشہور ہیں گیہوں
بھی خوب ہوتا ہے۔

۴۔ نجد۔ نجد کے معنی ہیں زمین بلند۔ بلندی پر واقع ہونیکی وجہ سے نجد نام
ہو گیا یہاں کا گھوڑا اور اونٹ خوب ہوتا ہے۔

۵۔ حجاز۔ یہ بھی ریگستانی اور پہاڑی حصہ ہے یہاں ندی۔ نالے، چشمے
وغیرہ نہیں لیکن دریائے رسالت عظمیٰ یہیں سے جاری ہوا۔ حجاز کے معنے
ہیں پردے کے۔ یہ حصہ ایک سمت سے عرب کے دو حصوں تہامہ اور نجد کے
بیچ میں چلا گیا ہے اسلئے اس کو حجاز کہا گیا مشہور و متبرک اسلامی پہاڑ فاران
و مرکز اسلام مکہ معظمہ اور مرجع ایمان مدینہ منورہ اسی زمین پاک میں واقع ہے۔

دیوبند کے استاد تفسیر جناب مولانا فضل احمد صاحب بھی تھے۔ اور فاضل بریلوی حضرت احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمن کے ایک مرید جناب سعید احمد خاں صاحب محلہ قلعہ بریلی کے رہنے والے بھی تشریف رکھتے تھے یہ حضرات اکثر نعتیہ نظموں کی فرمائش کرتے تھے اور کیف روحانی پیدا کرنے کے لیے ان اللہ والوں کا ساتھ بڑی وابستگی کا ذریعہ رہا۔ رب کعبہ ان تمام رفقائے حرم کو دینی و دنیوی ہر قسم کی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

مرا عہدیست باجاں کہ تاجاں در بدن دارم
ہواداران کویش را چو جان خویشتن دارم

مکہ معظمہ پر مختصر تاریخی منظر

ذیل میں ہم نہایت اختصار کیساتھ بلد الحرام کو تاریخی روشنی میں ناظرین کی نگاہ تصور کے سامنے لانا چاہتے ہیں اور ضمنا ان چند زیارتگاہوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جنکی خاک بوسی کا شرف حاصل کرچکا ہوں۔

دعائے خلیل

حضرت ابراہیم خلیل نے جب وطن سے ہجرت کی اور مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے آپ کی بی بی حضرت سارہؑ کی برگزیدگی اور ان کے ساتھ نصرت الٰہی دیکھکر اپنی بیٹی ہاجرہؑ کو آپ کے ساتھ کر دیا تاکہ جناب ہاجرہؑ کو بھی بفیض صحبت دینی تقدس اور پاکیزہ نفسی حاصل ہو جو بادشاہ مصر نے حضرت سارہؑ میں محسوس کر کے اعتراف بزرگی کیا۔ نیز بادشاہ کی نظر نے بھانپا کہ آج رشتۂ مصاہرت کے لئے ابراہیمؑ سے بہتر کوئی شریف النفس نہیں مل سکتا حضرت خلیل نے اس کی استدعا کو منظور فرما کر حضرت ہاجرہؑ کو زوجیت میں قبول فرمایا۔

حضرت ہاجرہؑ سے سیدنا اسماعیل پیدا ہوئے جو آگے چل کر ذبیح اللہ کا لقب پاتے ہیں۔

حضرت سارہؑ و حضرت ہاجرہؑ ساتھ ہی رہتی تھیں لیکن حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے بعد نا اتفاقی شروع ہوگئی اور جناب سارہؑ سیدہ ہاجرہؑ کی علحدگی پر اصرار کرنے لگیں۔ بالآخر ایک روز خدا کے خلیل نے تھوڑی سی روٹی اور ایک مشک پانی سے بھر کر ہاجرہ کے کاندھے پر رکھی اور دوسرے کاندھے پر اسماعیلؑ کو بٹھا کر آپ سادگی کی شان سے چل پڑے کہ سارہؑ کا روز روز کا جھگڑا ختم ہو اور اس وادی غیر ذی زرع میں تشریف لائے جہاں

عرب میں اسلام سے پیشتر تاریکی وجہالت کا دور تھا، بیرحمی، دختر کشی، لونڈی غلاموں کے ساتھ بے دردی، عورت کی تحقیر، عصمت دری، شراب نوشی وغیرہ کی ناپاک رسمیں جاری تھیں ایک جماعت خدا کی منکر تھی کچھ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے تھے ایک بہت بڑے طبقہ کا مذہب تھا شرک وبت پرستی۔ اس کفر وشرک وجہل وبدعت کے ہنگاموں میں باغ ابراہیمی کے اوراق خزاں رسیدہ ہو رہے تھے۔ یہودیت کا قدم بھی عرب میں آچکا تھا کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دین حق کی تلاش میں نگاہ انتخاب دوڑا کر موجودہ مذاہب کے مقابلہ میں مسیحیت کی طرف مائل ہو کر دین عیسوی کے پابند ہو گئے تھے۔

عربوں کا دلچسپ مشغلہ فخر نسب، میلوں کی تفریح، حسن کی عریانی، عشقیہ شاعری، قافلوں کا لوٹنا تھا اور بیشتر اسی قسم کے انسانیت کش اوصاف رذیلہ بالعموم ان میں پائے جاتے تھے۔ جس درجہ کا مرض ہوتا ہے اسی مرتبہ کا طبیب بھی درکار ہوتا ہے۔ رب الارباب نے اس سب سے زیادہ بگڑی ہوئی قوم کے لئے سب ہادیوں سے بہتر ہادی انتخاب فرمایا۔ اور رسول ہاشمی فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناف زمین مکہ معظمہ میں پیدا فرما کر نبوت کبریٰ کا افتتاح باب فرمایا۔ ناف زمین پر جلوہ افروزی اس مرکزیت کی جانب اشارہ ہے جو آخری نبوت کے لئے ضروری تھی۔

کبھی کبھی تشریف لاکر زن و فرزند کو دیکھ جاتے تھے جب حضرت سارہؓ کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ بھی حضرت اسماعیل کے پاس چلے آتے ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کو شریک کار بنا کر عمارت کعبہ کی بنیاد ڈالتے ہیں جو مکعب شکل میں تھی ۔ اسی مقدس عبادت گاہ کے لئے خلیل حق نے بارگاہ الہٰی میں دعا مانگی ۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی
بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک
المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ
فاجعل افئدۃ من الناس تھوی
الیھم وارزقھم من الثمرات
لعلھم یشکرون ۔

ترجمہ: یا رب میں اپنی نسل کو تیرے باعظمت
گھر کے قریب ایک خشک میدان میں آباد کر رہا ہوں
تاکہ اے میرے پروردگار وہ لوگ نماز کا قیام
کریں اور تو کچھ لوگوں کے قلوب انکی طرف مائل
کر دے اور بعض پھلوں کا رزق دے تاکہ وہ
شکر گزار بندے ہوں ۔

بیت اقدس کی تعمیر ہو چکی تو حضرت ابراہیم سے قربانی طلب کی گئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرما رہے ہیں بیدار ہوئے تو نوجوان فرزند سے خواب کا واقعہ بیان کرکے پوچھا بیٹا تیری کیا رائے ہے ۔ اسماعیلؑ نے ادب سے جواب دیا ۔

یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین ۔

ترجمہ: قبلہ و کعبہ آپ جس بات پر مامور ہیں اسے انجام دیں خدا نے چاہا تو آپ مجھے

آج عمارت کعبہ سجدہ گاہ جن و بشر ہے ۔

خاتم الانبیار کی جدّہ مطہرہ تنہا و بے ساز و سامان ہیں حضرت ابراہیم انھیں خدا کے بھروسہ پر میدان بے آب و گیاہ میں چھوڑ کر روانہ ہو چکے ہیں اب مشک پانی سے خالی ہے ۔ روٹیاں ختم ہو چکیں اسماعیل پیاس سے جاں بلب ہیں حضرت ہاجرہؑ مامتا کے جوش میں بیتاب ہیں لخت جگر کی تشنگی وجاں بلبی دیکھ کر پانی کی تلاش میں ہر طرف دوڑتی ہیں مروہ سے صفا ، صفا سے مروہ دونوں پہاڑیوں کا تلاش آب میں سات چکر لگاتی ہیں اسی اثنا میں جبریل امین بحکم رب العالمین تشریف لاکر ٹھوکر مارتے ہیں جس سے چشمۂ زمزم پھوٹتا ہے ۔ جناب ہاجرہؑ پانی بہتا ہوا دیکھ کر قریب آتی ہیں اور منیڈ بنا کر پانی کو اپنے خیال کے مطابق محفوظ کرتی ہیں علمار فرماتے ہیں اگر وہ منیڈ نہ بنا دیتیں تو چشمۂ زمزم ایک بہتا دریا بنکر ظاہر ہوتا ۔

عرب میں پانی کی کمیابی کی وجہ سے مقام چشمۂ زمزم آبادی کے قابل ہوگیا قبیلۂ بنی جرہم کا قافلہ اس طرف سے جا رہا تھا ان لوگوں نے جو دیکھا کہ ایک جگہ پانی کے آثار نظر آرہے ہیں پرندے ہوا سے اترتے ہیں تو یہ لوگ قریب آئے اور پانی کی نعمت پر خوش ہوکر اسی جگہ آباد ہونے لگے ۔

سیدنا اسماعیل آغوش مادر میں پرورش پاکر اب اس قابل ہوئے کہ فاران کی زمین پرسئے کی وادیوں میں تیر اندازی کرنے لگے جناب خلیل اللہ

جاتا ہے۔ عرب کی قدیم سلطنتوں میں نابتی حکومت کا ذکر بھی مورخین نے کیا ہے جو نابت فرزند اسماعیلؑ کی طرف منسوب ہے۔
حضرت اسماعیلؑ کے سب بیٹوں میں قیدار وہ بلند اقبال فرزند ہیں جنکی اولاد میں عدنان ہیں جن پر محتاط علماء ختم رسالت کے سلسلۂ نسب کو ختم کرتے ہیں۔ قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوتی اور پھیلی۔ نہ صرف مورخین اسلام بہت سے عیسائی مصنفین اور یہودیوں نے بھی تمام شمالی عرب و حجاز کو ابراہیمی النسل تسلیم کیا ہے۔

مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً

کے بود یارب کہ رو در وادی بطحا کنم
گہ بمکہ منزلے، دگہ در مدینہ جا کنم

اس بلدۂ ذیشان کو حضرت حق نے نسبت خاص سے سرفراز فرمایا ہے اسی میں وہ حرم کردگار ہے جس کی طرف ہر شاہ و گدا کی پیشانی جھکتی ہے جس کی زمین پاک مورد جلال کبریائی ہے زمین تو زمین اس کی سمت کو وہ شرف حاصل ہے کہ بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں اس کی جانب رخ کرنا بھی پیارے خدا سے قرب کا سبب ہے اسکا مشہور نام مکہ ہے۔ قرآن عظیم میں مکہ معظمہ کو بکۂ مبارکہ بھی کہا

صبر کرنے والا پائیں گے۔

پھر تو محبوب فرزند کے لئے چھری تیز کیجاتی ہے بیٹے کا حال یہ ہے کہ
جان آگئی ہے جسم میں تلوار دیکھ کر

فدائیت کی شان سے گردن خم ہے حلق نازنیں شوق جانفروشی میں تشنۂ آب تیغ ہے جناب خلیل نورِ نظر کو لئے ہوئے مقام مروہ پر پہونچتے ہیں اور شان بندگی کا وہ انداز پیش کرتے ہیں کہ فرشتگان عالم بالا اپنی شان ملکوتی کو اس شانِ نیاز کعبہ پر قربان کرنا چاہتے ہیں۔ گلوئے اسماعیل پر چھری رکھی تھی کہ ناگاہ بذبح عظیم کی بشارت نازل ہو جاتی ہے خدائے قدوس اپنے خلیل کو قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین کی تہنیت سے شاد فرماتا ہے۔ اور جناب ابراہیمؑ انتہا نگاہ سے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے بامراد گھر کو روانہ ہوتے ہیں۔

اس مخصوص ذوقِ فدائیت کا اعزاز باقی رکھنے کے لئے شیوۂ قربانی کو خلیل و ذبیح کی جاودانی یادگار بنا دیا گیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

سیدنا حضرت اسماعیلؑ کی شادی قبیلۂ بنی جرہم کے سردار مناس کی بیٹی سے ہوئی اور خدا نے انھیں بارہ فرزند عطا فرمائے۔ [illegible] قوم ہوا اور انھیں [illegible]

کے حوالے سے اس بلد الرحمٰن کی بزرگی بیان کی اور ظہور خاتم الانبیا کی بشارت سنائی۔ جس سے وہ متاثر ہو کر تائب ہوا اور کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ پر غلاف تبع کی ایجاد ہے۔ خاتم المرسلین کی ولادت سے ۵۵ روز پہلے عام الفیل کا واقعہ مشہور ہے ابرہہ حبشی ۴۰ ہزار لشکر کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر کعبے کو مسمار کرنے کی نیت سے آیا تھا اہل مکہ کثرت فوج کو دیکھ کر مقابلہ کا سامان نہ کرسکے ساکنین بلد الحرام باحال زار گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر پناہ گزین ہوئے اور عمارت خلیل کو بنگاہ حسرت دیکھنے لگے۔ رب البیت نے پردۂ غیب سے حفاظت کا اہتمام فرمایا اور طیراً ابابیل کا واقعہ ظہور میں آیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے کوہ ابو قبیس پر منجنیق قائم کی جس سے سنگباری ہوتی تھی اور آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے ایک شعلہ غلاف کعبہ پر گرا جس سے غلاف جلنے لگا۔ اس وقت خدا کی قدرت سے ایک ٹکڑا ابر کا جدہ کی طرف سے اٹھا اور بارش ہونے لگی جس سے آگ بجھ گئی غلاف کعبہ محفوظ رہ گیا۔ اور عمارت کعبہ کو آتش زنی سے کچھ نقصان نہ پہونچ سکا اور بجلی گری جس سے منجنیق جل گئی۔

آج روئے زمین پر کعبے سے زیادہ قدیم کوئی عبادت گاہ نہیں۔ اس بیت اشرف کے گرد تین سو پیغمبروں کی قبریں ہیں۔ عمارت کعبہ مرجع انبیا

کیا ہے۔ بلد امین اور ام القریٰ بھی ارشاد ہوا ہے ان ناموں کے علاوہ علمائے ربانی نے اور اسمائے شریفہ بھی بیان فرمائے ہیں کلام اللہ میں اس کی فضیلت کی آیات وارد ہوئی ہیں چند آیتوں کا ذکر تبرکاً کیا جاتا ہے۔

ان اول بیت وضع للناس الذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ (پارہ چہارم رکوع اول)

ترجمہ :- بیشک وہ گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کے لئے وہی مکان ہے جو مکہ میں ہے اس جہان میں کردہ برکت والا اور اہل عالم کیلئے ہدایت والا ہے اسمیں ظاہر نشانیاں ہیں منجملہ انکے مقام ابراہیمؑ اور جو شخص اسمیں داخل ہوتا ہے امان والا ہوتا ہے۔ اور بندوں کے ذمہ بشرط استطاعت خالصاً لوجہ اللہ اس گھر کا طواف ہے۔

انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ الذی حرمھا۔

اسمیں شک نہیں کہ مجھے حکم دیا گیا اس شہر کے پروردگار کی عبادت کا جسنے اسکو محترم بنایا۔

والتین والزیتون ہ وطور سینین وھذا البلد الامین ہ

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور قسم ہے اس امن والے شہر (مکہ) کی۔

اس شہر پاک کی بے حرمتی کا جس سرکش نے قصد کیا وہ ہلاک ہوگیا۔ تبع بادشاہ نے اس شہر گردگار کے ساتھ بے ادبی کا ارادہ کیا تھا تو احبار یہود نے توراۃ

ہندوستان سے اس دیار قدس کا راستہ بمبئی کی بندرگاہ سے ہے۔ میقات اہل ہند کا یلملم ہے جدہ سے خشکی کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ جدہ بہت قدیم شہر ہے جو سمندر کے کنارے آباد ہے۔ متعدد دروازے ہیں حاجیوں کا قافلہ جس دروازے سے گزرتا ہے اسے باب الملک کہتے ہیں۔ یہاں حضرت حواؑ ام البشر کا مزار بھی مشہور زیارتگاہ ہے لیکن فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں مرحوم مغفور نے اس کو بے اصل بتایا ہے واللہ اعلم۔

جدہ سے مکہ مکرمہ کی روانگی بہت ہی پرمسرت ہوتی ہے باب الملک سے گزرتے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بارگاہ رحمت میں آ پہونچے عبودیت کی شان ترقی پر ہوتی ہے آتش عشق کے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں سوز محبت خرمن ہوا و ہوس کو جلا کر خاک کر دیتا ہے حجاج با سوز و ساز کا ہر موئے جسم زبان حال سے پکارنے لگتا ہے۔

کہاں وہ خواہش بالین و بالش اب یہ حسرت ہے
کہ سر ہو اور سنگ آستان باب رحمت ہو

(مولانا آسی غازیپوری)

اس گندگاہ ادب میں اگر شان کرم دستگیری نہ فرمائے تو جلیند الا جلال احدیت سے لرزہ بر اندام و خاک افتادہ ہو جائے جہاں بہو نچکر بڑوں کی بڑائیاں سرنگوں ہو جاتی ہیں اور شاہوں کا تاج زمین تذلل سے ٹھوکر کھاتا ہے سب فقیر و وزیر شاہ

درسل ہے۔ حضرت حق سے اسے نسبت خاصہ حاصل ہے خلیل اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ آج تک ظاہر ہے کہ دیکھنے میں ریگستان اور سنگستانی حصہ ہے مگر ہر قسم کے میوے تازہ بتازہ ترکاریاں سرسبز و شاداب پھل برابر مل جاتے ہیں۔

امام یافعیؒ روض الریاحین میں لکھتے ہیں کہ ملک شام کا ایک شخص حج کرنے میں حاضر ہوا اس نے بازار کی سیر کی تو حیرت زدہ ہو گیا اور تعجب سے بازار مکہ کا منظر شاداب دیکھتا رہا کہ شام میں کس قدر باغوں اور نہروں کی کثرت ہے اشجار بھی میووں کے قطار در قطار ہیں لیکن وہاں طلوع آفتاب سے پہلے بازاروں میں میوے نہیں آجاتی اور اس بلدہ طیبہ میں صبح سے شام تک انواع و اقسام کے میوہ جات بکتے رہتے ہیں۔ نیز ہر موسم کے پھل خریدار کو مل جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں باغوں اور نہروں، درختوں کی فراوانی ملک شام سے زیادہ ہے وہ صبح کے وقت نکلا کہ شہر کے اشجار اور نہروں، باغوں کو دیکھے تو جس طرف جاتا تھا پہاڑ ہی پہاڑ دکھائی دیتے تھے اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں اور دعائے خلیل کی برکتوں کا عینی مشاہدہ کر کے ایمانی سرور محسوس کرنے لگا۔

یاد شہر کوئے یار آنے لگی
آرزو کو بوئے یار آنے لگی (حسرت)

جبل ابو قبیس

یہ دنیا میں سب سے پہلا پہاڑ ہے اسی پر شق القمر کا معجزہ ظہور میں آیا۔ اسی پہاڑ پر حضرت ابراہیمؑ نے اذان دی تھی۔ کعبہ کی تعمیر میں اس کا پتھر جزو عمارت ہے اس پر ایک مسجد ہے جسکو عام طور پر مسجد بلال کہا جاتا ہے

مولد النبی

یہ جائے مبارک محلہ سوق اللیل میں ہے افسوس کہ نجدیوں کے تشدد سے اس مقام معظم کی ظاہری خصوصیات ختم ہو گئیں۔ اگلے سلاطین اسلام نے اس بے انتہا بزرگی رکھنے والی زمین کو محبوب ترین زیارت گاہ کی حیثیت دی تھی عہد حاضر کے با اخلاص زائرین اس جگہ پہونچ کر اشکبار ہو جاتے ہیں۔
اللہ اللہ کیا ہی مبارک وقت تھا جب اسی مقام طیب میں حضرت آمنہ نور مطہر کی امانت دار بن کر زمین سے آسمان تک رحمتوں کی روشنی دیکھتی تھیں اور بت شکن رسول اسی جائے پر نور میں زیب دہ فضائے حرم ہوا جس کی آمد آمد کے دبدبہ سے اصنام کعبہ لرز اٹھے۔

زقاق الحجر

یہ ایک محلہ ہے جسکی سرزمین کا ایک قطعہ مبارکہ دختر رسول حضرت فاطمہ بتولؑ کی ولادت گاہ بننے کا شرف عظمیٰ رکھتا ہے۔

وگرا ایک ہی لباس میں عاجزانہ و خاکسارانہ بارگہ ذوالجلال کیطرف رواں دواں ہوتے ہیں جس وقت یکا یک عمارت کعبہ دور سے نظر آنے لگتی ہے بندگان الٰہی کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرش معلّٰے کے قریب آ پہونچے۔ اسوقت کبھی گناہوں کے احساس سے گردن جھکی جاتی ہے کبھی شان کریمی کا آسرا دل کو تقویت دیتا ہے

نہ پوچھئے کرم بارگاہ باری کو
کہ جسپہ ناز ہے میری گناہگاری کو (شفیق)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جب پہلی بار بیت اللہ پر پڑی تو جوش محبت میں بار بار کہنے لگے۔ ہذا بیت اللہ ہذا بیت اللہ اور یہی کہتے کہتے بے ہوش ہو گئے۔

جائیکہ زاہدان ہزارار بعیں رسند
مست شراب عشق بیک آہ می رسد

بے وہم و شک اس شہر مبارک کا چپہ چپہ ذرہ ذرہ بابرکت و قابل زیارت ہے بالخصوص مقامات مندرجہ ذیل میں تو وہ محبوبیت ہے جس کے تصور و ذکر سے بھی دل پر نور ہو جاتا ہے۔

رکعت نماز نفل پڑھ کر ملتزم سے لپٹ کر آنسو بہائے، غلاف کعبہ پکڑ کر مغفرت کی دعا مانگی اور دوبارہ حرم اقدس کی حاضری کی التجا کی حطیم میں بھی دو رکعت نفل نماز پڑھی۔ میزاب رحمت کی طرف دیکھ کر حسرت ہوتی تھی پھر با دل غمگین چاہ زمزم پر حاضر ہوئے آخری بار اس کا پانی پی کر سیراب ہوئے تو پھر آنکھیں نم ہو گئیں۔ کہ آہ اب اس جگہ چند لمحے کا مہمان ہوں حرم مبارک کے درو دیوار سقف و بام پر وداعی نظریں پڑنے لگیں نہایت ہی رنج و غم کے ساتھ باہر آئے اور جب تک حرم کے منارے نظر آئے مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے اسی افسردگی کیساتھ لاری کی قیام گاہ تک پہونچے کسی سے بات کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اسوقت کوئی ہنستا تھا تو مجھے برا معلوم ہوتا تھا۔ کعبہ کی جدائی کا وہ صدمہ تھا کہ آنسو بہانے ہی سے دل کا بخار نکلتا تھا۔

لاری کے چھوٹنے کے وقت طبیعت پر وہ غم کی گھٹا چھائی جیسے زندگی کا سب سے بڑا حادثہ آج ہی پیش آیا ہے۔ نور نظر صلاح الدین کی جدائی مرگ بھی اسوقت یاد نہ رہی جب تک لاری حرم کے دروازوں کے قریب سے گذرتی رہی ہر دروازے سے غلاف کعبہ کی جھلک دیکھتے رہے آخری بار جب لاری کی کھڑکی سے غلاف کعبہ جھلکتا ہوا دکھائی دیا تو شدت غم فراق سے میری چیخ نکل گئی دل امنڈا آتا تھا کہ کسطرح لاری سے اپنے کو گرا دوں۔

اب کوئی دروازہ گذرنے کو باقی نہ رہا تو کعبہ کا صدمہ فراق لفوش غم کی پھر

حضرت مولانا انیق جونپوری سے

کہاں سر جھک گیا کس اوج پر بخت مقدر ہے
جبین شوق ہے اور آستان رب اکبر ہے

یہ دیوانہ ہم آغوش حطیم اللہ اکبر ہے
گنہگاروں کے حق میں یہ جگہ آغوش مادر ہے

مقام خاص ابراہیم میں فرحت کا کیا کہنا
شمیم باغ جنت سے دماغ اپنا معطر ہے

یہاں سے جس نے منہ پھیرا گیا دونوں جہاں سے وہ
اسی گھر کی بدولت خلق میں اسلام گھر گھر ہے

فضائل سنگ اسود کے بیاں کیا کر سکے کوئی
نبی دیتے تھے بوسے جس کو یہ وہ سنگ اطہر ہے

ہیں صدہا انبیا مدفون اسی ارض مقدس میں
بڑی اونچی جگہ جائے حطیم اللہ اکبر ہے

زہے قسمت کہ اپنی میہمانی کا شرف بخشا
بڑا تیرا کرم یا رب انیق ناتواں پر ہے

مدینہ طیبہ

آنے لگی طیبہ سے نسیم طرب انگیز
مکے سے مدینے کے جو میدان میں آئے
(مولانا انیق)

محرم کی ۱۹ تاریخ ہے ظہر کے بعد لاری مدینے کو روانہ ہونیوالی ہے بیت الحرم سے جدائی کا وقت آ گیا عجب موقع ہے کبھی مدینے کا اشتیاق کبھی مکہ کا درد فراق ظہر کی نماز سے پہلے ہی طواف وداع کے لئے حرم پاک میں پہونچے بڑے سوز و گداز سے آج کا طواف ختم ہوا۔ مقام ابراہیمی پر دو

مدینہ منورہ کی طرف

آگے بڑھتے ہی کشش دل تیز تر ہونے لگی۔ پہلی ہی منزل
عالم نظر آیا کہ ہزار رنگینیاں قربان کردی جائیں جدے میں
کے آثار، مغربی تمدن کے ظاہری نقش و نگار کو دیکھ کر مذاق
یت بھی وہ طیبہ کی پہلی ہی منزل پر بھول گئی اور محسوس ہونے
اقع حجاز کی عرفانی منزل سے گذر رہا ہوں۔ پھر تو جو منزل
نتہائی سادگی کا نمونہ تھی صدیوں پہلے عرب کی قبائلی زندگی
زینت سے دور رہ کر صحرا نشینی کی نیچرل معشیت کو یاد کرکے
دشا زائغ میں پہونچکر تا دور نخلستان کی ہواؤں میں کشت
اب ہونے لگی بے اختیار تقاضائے شوق ہوا کہ اس منورد
راتیں گذاروں اور جب چاندنی پھیلے تو کھجوروں کے ذخیرے
ان طیبہ کی یاد میں صبح تک قصیدہ خوانی کروں۔

کبھی کبھی وہ جگہ یاد آہی جاتی ہے
جہاں ہوتی تھی مرے قافلے کی شام کبھی (شفیق)

گھنٹے لاری ٹھہر کر پھر روانہ ہوئی تو کئی منزلوں کو عبور
پہونچکر قافلے کو شب گذارنے کا موقع دیا گیا زائرین یہاں

ابھارنے لگا اور بڑی بے چینی کے ساتھ بار بار حرم کی حاضری کی دعائیں مانگنے لگے۔ اور اب کچھ دیر تک تسکین کا ذریعہ حرم کے مناروں کا نظارا تھا لیکن منارے بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

جب تک مکے کی یاد حرم کی جدائی رلاتی رہی۔ جب پہونچکر لاری ٹھہر جاتی ہے اور شب باشی وہیں ہوتی ہے میں ہوٹل میں کھانا کھا کر کرائے کی چار پائی پر لیٹ رہتا ہوں رات آنسو بہانے میں بسر ہوتی ہے اور صحبکو مدینہ کا تصور فراق حرم کی کلفتوں کو دور کرنے لگا اور بمقتضائے ان مع العسر یسرا مدینہ منورہ کا شوق سکون دل کا ذریعہ بنا اور نیند آگئی۔ صبح کو نماز فجر کے بعد چائے نوشی ہوئی اور طلوع آفتاب کے بعد شہر طیبہ کو قافلہ روانہ ہوا مدینے جاتے ہوئے حسب ذیل منزلیں راستہ میں آتی ہیں۔

(۱) ذہبان
(۲) ثول
(۳) القفیمہ
(۴) رابغ
(۵) مستورہ
(۶) ساریز حصانی
(۷) مشفیتہ
(۸) مسیجید
(۹) بیرالراعتہ
(۱۰) فریش
(۱۱) بیر علی

کہ سنہرے کلس کو چومتی ہے پہلے ہی نظارے میں یا رسول اللہ کہہ کر چیخ ماری پھر بے ہوش کر گر کے نوجوان نذر جاناں ہو کے رہ گئی اور وہ دعا قبول ہو کے رہی جو کبھی مانگی گئی تھی کہ۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس دم کہ ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا
(شہیدیؔ)

کبھی شہیدی کی تڑپ یاد آئی کبھی عبدالرحیم براعی کا افسانہ یاد آیا کبھی فاضل بریلوی کے نعتیہ اشعار زبان پر جاری ہو گئے کبھی مولانا جامیؔ کی دھن میں نغمہ سنجی شروع کی کبھی مولوی عبداللہ عرب مسکینؔ کے ترانے جذبات کو ابھارنے لگے۔ کبھی مولانا امیرؔ مرحوم کی نعت کا یہ شعر یاد آکر ذوق افزوں ہوا۔

بڑھو تعظیم سے کوہ مفرح سامنے آیا
چلو اب ما در حضرِ الانام آہستہ آہستہ

آج سے پہلے جب لاری نہ تھی اور اونٹوں پر دیار حبیب کی راہیں طے ہوتی تھیں تو کوہ مفرح پر ارباب محبت کا قافلہ توقف کرتا تھا اور پہاڑ کے بالائی حصے پر حاضر ہو کر غیر معمولی مسرت و عقیدت سے سنہرے کلس کا نظارہ ہوتا تھا اپنے ذوق کا بھی اصرار بھی تھا لیکن لاری کیوں ٹھہرنے لگی جب منا و عرفات کی روانگی ہو کتنے سنتے چھوٹ جاتے ہیں...

پہونچ کر کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے تھوڑا سا کھانا کھا کر چائے پی
اور کرائے کی چارپائی پر لیٹ رہا یہاں سردی اچھی خاصی تھی کمبل تان کر لیٹے
تو جلد نیند آ گئی پھر نماز فجر کے وقت پورا قافلہ جاگ اٹھا میں نے بھی اس مبارک
زمین پر اپنے خالق لم یزل کا سجدہ ادا کیا۔ طلوع آفتاب کے بعد لاری یہاں
سے بھی روانہ ہوئی اور [illegible] میں جو محبوبیت خاص محسوس ہوئی تھی وہ سنجیدہ پہونچ
کر اور بے نقاب ہونے لگی۔

زمین ناہموار پھر بھی لاری برق رفتار، بظاہر وہی پہاڑیاں لیکن نگاہ
شوق کے لئے ہزار شادابیاں وادیاں بے آب و گیاہ پھر بھی گوشہ گوشہ
جنت نگاہ کہیں کہیں ببولوں کے درختوں کا یہ عالم کہ ڈالی ڈالی کی ہوا دافع
کرب و غم جی چاہتا تھا فرش خار مغیلاں پر لوٹ جائیے بستر خار پر محبت
کے ترانے گائیے۔ جوں جوں دھوپ تیز ہوتی جاتی تھی دل کی چنگاری شعلہ
خیز بنتی جاتی تھی۔

یکایک میر قافلہ نے کہا اب آپ لوگ درود شریف پڑھئے لاری مفرحات
سے گذر رہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت شہیدیؒ کی شادی مرگ کا واقعہ یاد
آ کر بیتاب کرنے لگا۔ جب وہ مدتوں کی دعا و تمنا کے بعد حج و زیارت
کو قافلہ حجاز کے ہمراہ چلے اور کوہ مفرح پر پہونچکر قافلہ والوں میں دھوم
مچی کہ وہ سبز گنبد نظر آیا شہیدی مرحوم کی نگاہ جستجو بھی [illegible] نگراں پڑھتی

نفل ادا کی۔ اللہ اللہ ابھی چار طرف کہیں سایہ دار درخت کا نشان نہ تھا ناگاہ بیر علی کی شاداب زمین کسی کی شان مسیحائی کا معجزہ دکھانے لگی۔ کہ سر سبز درخت بھی جھوم رہے ہیں، نہر بھی جاری ہے، نخلستان کے سائے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

بوئے یار مہربانم می رسد

سب زائرین نماز سے فارغ ہو کر لاری میں بیٹھ گئے صاحبان سوز و گداز مجسم عشق و الفت بن گئے ایک گنا ہگار بھی اللہ والوں کے قافلہ میں سراپا عقیدت بنا ہوا مسیحائے حجاز کی جنبش دامن کی ہواؤں کا رخ دیکھکر دل تپیدہ کو مبارک باد دے رہا تھا اور برتوں کے دعوے اصرار کرتے تھے کہ سست گامی کا موقع نہیں ہے جلد سی رخ پر جلوہ جلا ہر سنہرے کلس سے آفتاب عرفاں طلوع ہوتا ہے۔ کبھی سیہ کاریوں کی تاریک راتیں یاد آکر جسم میں ارتعاش پیدا کر دیتی تھیں اور قدم تھرانے لگتے تھے پھر عفو و مغفرت کی شعاعیں باب عنبریہ کیطرف سے کسی کے تار ہائے زلف عنبر کی جھلک بنکر ہمت افزائی کرنے لگتیں۔

بحمد اللہ کہ آپہونچے قریب روضۂ انور
ادب سے پڑھ دل مضطر سلام آہستہ آہستہ (مولانا بہتی)

لاری روانہ ہوتی زائرین میں جو لوگ خشک طبیعت تھے ان میں بھی حیات

مفرح کی روحانی تفریح کے لئے کیا گیا تھا کشش تھی آخر کو وہ مفرح کی مقدس وادی گذر گئی اور نگاہ شوق کا تقاضا باقی ہی رہ گیا۔ مگر دل اسوقت بجائے آہ وزاری خوشی کی فراوانی کے ساتھ خود ہی سمجھانے لگا کہ مایوس نہ ہو اگر کوہ مفرح بر توقع نہیں ملا تو عنقریب بیر علی پر یہ سعادت نصیب ہوگی بس اب سراپا نگاہ بن جاؤ دل مجھ سے اور میں دل سے ہمکلام تھا کہ ذوالحلیفہ کے حدود شروع ہو گئے امیر قافلہ نے کہا اب آپ لوگ تیار ہو جائیں آخری منزل سامنے ہے جس کو نہانا ہو نہانے کے لئے پہلے سے کپڑے وغیرہ کا انتظام کرے۔ الحمدللہ

نعمت حق کے خزانے پہ غریب آپہونچے
یعنی ہم آج مدینے کے قریب آپہونچے (مسکین)

لاری ٹھہر گئی میں نے اترتے ہی بیر علی کا پتہ پوچھا اور دریافت کرتے ہوئے اس مبارک کنویں پر فرط مسرت سے آنکھوں میں محبت کے آنسو لئے ہوئے پہونچے تقریباً دوپہر کا وقت تھا آفتاب نصف النہار پر تھا گرمی شدید تھی لیکن ٹھنڈی ہوائیں غنچۂ امید کو کھلا نے لگیں بدن کا پسینہ خشک ہو گیا عجب راحت نصیب ہوئی ایک عمر نصیب ونا تو اں اسوقت اپنے کو شہزادہ پا رہا تھا۔ فرحت افزا جھونکے پیام حیات بن گئے ایک نہر جاری تھی اس سے وضو کیا اور سامنے چھوٹی سی مسجد تھی وہاں حاضر ہو کر دو رکعت

کی لڑکیاں سلامیہ قطعہ پڑھتی ہوئی حضور انور کے ناقۂ مبارک کے گرد جمع ہونے لگیں۔

حسن اتفاق سے اسی روز شہزادۂ عراق مدینہ منورہ تشریف لاکر آستانۂ مبارک پر حاضر ہوئے تھے۔ حکومت کی طرف سے آرائش و زیبائش کا انتظام تھا کوچہ و بازار خیر مقدم میں سجائے گئے تھے شہر کے اس جلوس کی رونق کے ساتھ ساتھ خوش الحان لڑکیوں کا سلامیہ اشعار پڑھ کر نغمہ سنج ہونا ایسا باور کرانے لگا کہ ہاشمی شہزادہ نہیں خود تاجدار نسل ہاشم صدیق اکبرؓ کے ساتھ مدینہ پاک کی پر نور آبادی سے گذر رہے ہیں اور گویا قبیلہ بنی نجار کی بلند اقبال و حور سیرت لڑکیاں خیر مقدم میں ترانہ سنج ہیں مجھ پر اسقدر کیف طاری ہوا کہ اسوقت جیب میں جتنے قرش تھے سب ان معصوم لڑکیوں کو باری باری نذر کر دئے۔ اور خود بھی عالم مسرت میں کچھ گنگنانے لگا۔

لاری سے اتر کر عربیہ پر سوار ہوئے اور اپنے معلم مکرمی سید بہاؤ الدین صاحب حاشنجی مدظلہ العالی کے در دولت کیطرف روانہ ہوئے سید صاحب اسوقت تشریف نہ رکھتے تھے ان کے چند کارپرداز موجود تھے ان کو زائر حرم حمید صدیقی کا خط دیا پڑھکر ارشاد ہوا بیٹھ جائیے معلم صاحب تشریف لائیں تو قیام کا بندوبست کیا جائے نماز مغرب کے بعد سید بہاؤ الدین صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ موصوف نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اصطفا منزل

تازہ کی لہر دوڑ گئی اور شہر اقدس کے آثار نظر آتے ہی سب کی نگاہیں مشتاق بڑھنے لگیں سڑک پختہ تو کیا خام بھی نہیں لاریوں کی آمد و رفت اور کثرت رفتار سے خود بخود پہاڑ بھی میدان میں ایک راستہ بن گیا ہے جہاں پا پیادہ چلنا بھی دل والوں کا کام ہے لیکن ہوائے شوق کا یہ عالم ہے کہ لاری طوفان میل کی طرح تیزی سے چل رہی ہے طوفان محبت میں وہ بھی گویا بہنے لگی۔ مجھے اپنی رسائی پہ حیرت ہو رہی تھی ذرے ذرے پر تعظیم و محبت کی نگاہیں پڑ رہی تھیں یکایک شہر حبیب کی آبادیاں نظر آنے لگیں اور ساتھ ہی روضۂ پاک کے سب منارے گنبد خضرا کو گویا آغوش میں لئے ہوئے لاری کی تیز رفتاری کیوجہ سے گویا اپنی طرف متحرک دواں نظر آئے جیسے ایک بہشتی قصر نورانی اڑتا ہوا آرہا ہو پھر تو درود و سلام کے نعرے بلند ہونے لگے آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے چھوٹی چھوٹی بچیاں لاری کے ساتھ دوڑتی ہوئی نظر آئیں جو نہایت خوش الحانی سے یا نبی سلام علیک پڑھتی جاتی تھیں اسی جشن درود و سلام میں لاری باب عنبریہ پہونچ کر ٹھہر گئی اور سلام پڑھنے والی لڑکیوں نے لاری کے قریب اپنی نغمہ سنجی سے وہ سماں پیدا کر دیا کہ نظروں کے سامنے وہ تصویر آگئی جو خوش نصیب ساکنان فرش و عرش نے اس دن دیکھی تھی جبکہ رحمت عالم فداہ کی بستی میں پہونچے تھے اور مدینے والوں کو آمد آمد کی خبر سنکر نئی زندگی محسوس ہونے لگی۔ سب شوق زیارت میں دوڑ پڑے اور قبیلۂ بنی نجار

میں باب مجیدی ہی سے بیٹھا ہوا اور دیوار کو حسرت سے دیکھ رہا تھا اور محراب النبی سے قریب فانوس و قنادیل کی جانفزا روشنی کے نظارہ سے مستفیض ہو رہا تھا وہ دور کا نظارا کچھ باب مجیدی ہی سے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ نماز عشار کے وقت تک میں اسی جگہ حاضر رہا اور باب مجیدی ہی سے درود و سلام پڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عشا کی اذان بھی ہو گئی اور میں نے مغرب کے وضو سے باجماعت عشار کی نماز پڑھی۔ نماز عشار کے بعد پھر زائرین جالیوں کی طرف سلام پڑھنے کو چلے میں پھر دور ہی سے مشتاقانہ سلام عرض کرنے لگا۔ اور فاتحہ پڑھکر باادب رخصت ہوا اور اصطفا منزل کے حجرے میں پہونچکر دو مناروں کی روشنی سے دل و نگاہ کو منور کرنے لگا مسرت سے زیادہ حیرت کا عالم طاری تھا کہ اے بخت رسا واقعی باریابی حاصل ہوئی ہے یا عالم خواب تو نہیں۔ یہی تو وہ شہر اقدس ہے کہ جس کی شان میں ارشاد ہوا ہے

ان اللہ سمی المدینۃ طابۃ

یہی وہ زمین پر انوار ہے جسکی خاک پاک کے متعلق مخبر صادق نے فرمایا ہی۔

غبارھا شفاء من الجذام

یہی وہ مقدس بستی ہے جہاں روح الامین خدا کا پیام لے کر آیا کرتے تھے یہی وہ مسیحائی کا مرکز ہے جہاں موت بھی کامیاب زندگی ہے جس کی

کے ایک حجرے میں رہنے کی اجازت دی اس خوش نصیبی پر جتنا فخر و ناز کر لیا
زیبا ہے کہ جائے قیام حرم رسالت سے بالکل قریب نصیب ہوئی حجرے میں
بھی بیٹھ کر روضۂ انور کے دو منارے ہر دم سامنے ہوتے تھے نظارہ خود
ناز اں تھا اور آنکھوں کو اپنی بصارت کی قدر ہوتی تھی بقول حضرت صوفی اکبرآبادی
میں یہ سمجھونگا کہ آنکھیں بھی ہوئی تھیں پیدا
جب مدینہ مری آنکھوں کے مقابل ہوگا

باب مجیدی

سر باب مجیدی خاص جلوا دیکھتا ہوں میں
ابھی عثمان کا نام زندہ دیکھتا ہوں میں

مصطفیٰ منزل میں اسباب رکھ کر پہلی فکر غسل کی ہوئی پانی کا انتظام دیر
میں ہوا اور شام کا وقت ہو گیا نومبر کے مہینے کی سردی تھی اور پھر مسافرت
میں گرم پانی کا اہتمام دشوار تھا آخر اسی سفر کے میلے کپڑوں کو پہنے ہوئے
وضو کر کے باب مجیدی پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور دروازے سے
متصل جو دالان ہے اسی سے قریب بیٹھ کر شام کے چراغاں کی بہار دیکھنے
لگا مغرب کی اذان ہوئی میں نے بھی جماعت سے نماز ادا کی بعد نماز تمام
مصلین در اقدس پر سلام پڑھنے کے لئے اپنے اپنے معلمین کے ہمراہ پہنچے۔

خاموشی میں دیر تک آنکھیں برکات و انوار حاصل کرتی رہیں ۔

حجرے میں پہونچکر بھی اس وقت تک دو میناروں کے جلووں سے عقیدت و روشنی حاصل کرتی رہی کہ جب تک برقی روشنی کا سلسلہ رہا آج زندگی میں سب سے زیادہ کامیاب رات نصیب ہوئی تھی دیار حبیب کی رات در دلنشادہ محبوب سے قرب کی رات ۔ گدائے بینوا کیلئے شہریار بیکس نواز کے باب عالی سے متصل اظہار نیاز مندی کی رات وہ رات جس پر زندگی بھر کی راتیں نثار ہوں پھر ایسی خوش نصیبی اور بیدار بختی کی رات کو نیند میں کیونکر گذارا جا سکتا تھا تصورات نے سونے نہ دیا اور نہ آنکھوں نے نیند کا تقاضا کیا ۔ ایک ایک روایت ایک ایک داستان ارض طیبہ کی یاد آتی رہی اور خاک مدینہ اپنا بستر بنی رہی ۔

اب مولیٰ علی کی تقدیر کس کو مل سکتی ہے کہ جس کے زانو پر اس محبوب خدا کو نیند آجائے جسکا ارشاد ہے ابیت عند ربی هو یطعمنی و یسقنی ۔ لیکن یہ شرف بھی کیا کم ہے کہ وہ حریم خاص میں محو خواب ہیں ۔ اور پس دیوار کوئی برسوں کی دوری کا مارا حال دل سنا رہا ہے ۔

اذان فجر کی آواز نہ تھی دیوانوں کے لئے دربار میں اذن حاضری تھا نماز سے وہ قلبی وابستگی کہ بلا مبالغہ ایک گناہگار و بدکردار بھی اس وقت وہاں کی نماز میں غوث و قطب وقت کی نماز کا مزا پا رہا تھا ۔

شان میں مذکور ہے

من استطاع ان یموت بالمدینہ	ترجمہ:۔ جسکے لیے مدینہ میں رہکر مرنا ممکن
فلیمت فمن مات بالمدینہ کنت	ہو لہذا سے وہاں موت کا مزہ حاصل کرنا چاہیے
لہ شفیعا وشہیداً ۔	کیونکہ جو وہاں مریگا میں اس کا شفیع ہونگا۔

۔یہی وہ پیارا شہر ہے جہاں فاروق اعظم کو موت کی تمنا تھی اور وہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللھم ارزقنی شہادۃً فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک

انھیں تصورات میں ایک بار حجرے سے باہر نکل آیا اور باب مجیدی سے بائیں جانب پس دیوار اسی جگہ پہونچا جہاں گنبد خضرا قریب سے نظر آتا تھا اتنے قریب سے دیکھنے کا یہ پہلا شرف تھا عقیدت آنسوؤں کے موتی نچھاور کرنے لگی دل پر مسرتوں کا وہ ہجوم ہوا کہ غم کا مفہوم تک بھول گیا اور میں حضرت مولانا اینق مرحوم کے الفاظ میں تاجدار طیبہ کی یاد میں سبز گنبد کو دیکھ دیکھ کر التجا کرنے لگا

نکل جائے مرا دم دیکھتے ہی گنبد خضرا
شہیدی کیطرح مشہور میرا بھی فسانہ ہو

آداب زیارت میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ جب تک وہاں قیام رہے وقتاً فوقتاً گنبد خضرا کو ادب اور محبت سے دیکھا کرے اس وقت رات کی

پڑھتے ہوئے چلے حجرۂ فاطمی کے پاس کھڑے ہو کر نفلیں پڑھیں اور اسی جگہ بیٹھ کر ایک سلام تصنیف کیا جو آخر میں حصۂ نظم میں درج ہوگا جس کا مطلع یہ ہے۔

سلام اے مجسم بہار مدینہ
عروس مدینہ نگار مدینہ

حجرۂ فاطمی کے پاس بیٹھ کر وہ روایتیں یاد آ کر رقت کا سبب بن گئیں جو جناب سیدہ کی عبادت اور چکی پیسنے کے متعلق ہیں آنسو دیر تک بہتے رہے اور ہم عام آداب زیارت کے خلاف در اقدس کی حاضری سے پہلے سیدۂ کائنات کی یادگار کو بچشم نم دیکھنے میں اتنی دیر تک مصروف رہے کہ ظہر کی اذان ہوگئی ۔ مواجہہ شریف میں سلام پڑھنے کی تاخیر کا سبب یہ بھی تھا کہ پہلا اتفاق ہونے کی وجہ سے اپنی معلومات پر اطمینان نہ ہوتا کہ کس طرف سے جاؤں اور کس قاعدے سے جاؤں اور کتنے فاصلہ پر کس جگہ کھڑا ہوں، کیا پڑھوں، حالانکہ کتابی مسئلے کی شکل میں سب کچھ معلوم تھا لیکن وہاں پہونچ کر ایک حیرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز سے فراغت ہوئی اور معلم صاحب کے کارپرداز اپنے حاجیوں کو سلام پڑھانے کے لئے خود لے چلے تو اب سہمے ہوئے حیرت زدہ دل کو اطمینان ہوا۔

کیا ذرہ نوازی ہو رہی ہے کہ ایک ناقابل دربار کو مواجہہ خاص

حرم رسالت

مدینہ طیبہ کی زمین پر انوار پہ پانچ نمازیں نصیب ہو چکیں لیکن ابھی تک روضۂ انور پر حاضر ہونے کی ہمت نہ پیدا ہو سکی۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب سے دو گھنٹے کے بعد جب دھوپ کافی تیز ہو چکی تو غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر عطر لگا کر ظاہری پاکیزگی ونفاست کو کامل تر کر کے سوچنے لگا کہ باطن کی خباثتوں کو کیونکر مٹاؤں، دل کا گوشہ گوشہ اثر معاصی سے ناپاک ہو چکا ہے اسے کس پانی سے دھوؤں اعتماد کرم نے سہارا دیا کہ تمہارے امکان میں جو کچھ تھا وہ تم نے کیا اب جس بارگاہ میں حاضری کا شوق لیکر آئے ہو اس کی کریمانہ نگاہوں کا کام ہے کہ وہ تم کو بیک اشارہ وہ پاکی ولطافت بخشدتے کہ جو ستر برس کی عبادت سے بھی ممکن نہ ہو۔ قاسم الخلائق کے خزانۂ کرم میں کمی کیا ہے جو غور میں ہو چلو درود وسلام پڑھتے ہوئے برگزیدہ چوکھٹ کے قریب ان کے سائلین کی صف میں کھڑے ہو جاؤ۔

آخر رؤف ورحیم رسول کی شان امت نوازی کو یاد کرتے ہوئے دعائے بخشش امت اور شفاعت کے آنسوؤں کی روایات پر ناز کرتے ہوئے باب جبریل سے داخل ہوئے اور دروازے ہی سے درود شریف

دہراتا رہا۔ پھر والدہ مرحومہ اور صلاح الدین مرحوم کیطرف سے نفل نمازیں پڑھکر دعائیں مانگتا رہا۔ اس کے بعد عصر تک قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہا۔

معلمین ہر نماز کے بعد سلام پڑھواتے ہیں لیکن میں نے ایک بار معلم کے ساتھ آداب زیارت وسلام معلوم کرکے پھر بعد میں تنہا حاضری دیتا رہا کیونکہ معلم کی پابندی میں شور وغل ہوتا ہے جس سے خشوع وخضوع کی کیفیت میں خلل آتا تھا میں روزانہ ہر نماز کے بعد در دولت پر مختصر سلام پڑھکر حجرۂ فاطمہ پر آکر نفلیں پڑھتا اور اس جگہ دیر تک بیٹھ کر ایمانی کیف وسرور حاصل کرتا یا کبھی اصحاب صفہ کے چبوترہ پر قرآن پاک کی تلاوت میں وقت گذارتا۔ دس دن اسی مبارک مشغلہ میں گذر گئے جس کی یاد زندگی بھر باقی رہے گی اور جسکا عرفانی کیف کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ۔

پہونچ جائینگے اک نہ اک دن مدینے
اڑا لے چلے گی ہوائے محمدؐ

طلب فرمایا جارہا ہے ۔ وہ پوچھا جارہا ہے جس کا پوچھنے والا کوئی نہ تھا ۔ وہ بلا یا جارہا ہے جس کو اس آستانہ پاک کے زائرین میں نامزد ہونے کی بظاہر امید نہ تھی جس کو مدینے کے کتوں کی جگہ بھی نصیب نہ ہو سکتی تھی ۔ اس کو محفل خاص میں سرفراز فرمایا جارہا ہے حاضری سے پہلے خدا ہی جانے زندگی میں کتنی بار مولانا آسیؔ کا ذیل کا شعر پڑھتا رہا ہوں خوشا نصیب کی دعا قبول ہو گئی ۔

کبھی حاضر آستاں ہو کے میں بھی
کروں جالیوں سے نظارا تمہارا

آج روضہ پاک کی جالیاں آنکھوں کے روبرو جنت کا سماں پیش کر رہی ہیں نکہت جانفزا پردوں سے چلی آتی ہے شمیم انگیز ہوائیں جالیوں سے کھیل رہی ہیں زائرین کے لبوں پر سلام ہے لیکن دل کی زبان پر محمدؐ محمدؐ کے سوا کچھ بھی نہیں معلم کی پیروی میں سلام کے الفاظ جاری ہیں لیکن روح عالم ناز میں ہے ۔

معلم اپنا فرض ادا کر کے رخصت ہوئے تو زائرین بھی منتشر ہونے لگے میں سلام عرض کر کے پھر حجرۂ فاطمہ سے متصل آکر بیٹھ گیا اور حضور انور اور شیخین جلیلین کو سلام عرض کرنے کے بعد پھر بنت رسول کی چوکھٹ پر دیر تک سلام پڑھتا رہا اور اپنے تصنیف کردہ سلامیہ اشعار کو بار بار

نمازِ عشا کے بعد جب رفتہ رفتہ نمازیں پڑھکر زائرین رخصت ہونے لگتے ہیں تو وہ موقع مشتاقین کے لئے غنیمت ہوتا ہے میں بھی اس موقع پر اکثر استطوانہ ابی لبابہؓ اور اسطوانہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس نفل نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا محراب النبی میں بھی نفل پڑھنے کا شرف حاصل ہوجاتا تھا۔ روضہ و ممبر کے درمیان کی زمین جو روضۃ من ریاض الجنۃ ہے بحمداللہ جیتے جی اس جنت میں داخل ہونے کا شرف اور وہاں بیٹھکر تلاوت قرآن پاک کا ثواب حاصل کرتا رہا۔ میرا معمول یہ تھا کہ در دولت پر بہت مختصر سلام پڑھکر جلد ہٹ جاتا تھا شرم عصیاں اس عالم ماکان و مایکون کی حضوری میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ کہہ کر چند سلامیہ اشعار آہستہ آہستہ پڑھکر خاتون جنت کے حجرۂ مقدسہ کے پاس آکر بیٹھ جاتا اور اسی جگہ کثرت سے درود شریف اور نفل نمازیں پڑھکر دعائیں مانگتا تھا۔

کیسی قابل قدر گھڑیاں تھیں جو اس چوکھٹ پر گذریں یہ خیال ہر وقت بے چین کرتا تھا کہ اسی حجرۂ پاک میں بنت رسول نے چکی پیس کر زندگی ختم کردی یہی وہ حجرہ ہے جہاں سلطان دوجہاں بتول زہراؓ کی مزاج پرسی کو تشریف لاتے تھے یہی وہ حجرۂ مبارک ہے جس میں حضرات

بارگاہ نبوت کا سلام

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک خیر خلق اللہ السلام علیک یا شفیع المذنبین عند اللہ قلت حیلتی ادرکنی حقا علی من نودی ان یجیب وانت احق بالاجابتہ یاسیدی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وعلی آلک واصحابک اجمعین -

صدیق اکبرؓ کا سلام

السلام علیک یاخلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یا وزیر رسول اللہ -

السلام علیک یاصاحب رسول اللہ فی الغار ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فاروق اعظمؓ کا سلام

السلام علیک یا امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنک -

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی چوکھٹ پر سلام

السلام علیک یابنت رسول اللہ السلام علیک یازوجۃ ولی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنک وارضاک احسن الرضی السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

مدتوں اس گنبد خضرا د شہر کو خواب میں دیکھا جب جب کہ آنکھیں کھل جاتیں تو حسرت ہوتی کہ خدا عالم بیداری میں کبھی پہونچا دیتا زہے قسمت کہ آج سبز گنبد کو دیکھ رہا ہوں اور جاگ رہا ہوں میرے ساتھ میری بہت سی آرزوئیں جاگ رہی ہیں دل جاگ رہا ہے روح جاگ رہی ہے نصیب جاگ رہا ہے۔

روضہ انور کی حاضری اور گنبد خضرا کے نظارے کے بعد مجھے ہر جگہ سے زیادہ فرحت و شادمانی قبا کی پاک بستی اور وہاں کی مسجد منور میں حاصل ہوتی تھی بحمد اللہ کئی بار پاپیادہ وہاں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی قبا کا سارا راستہ کیف آفریں معلوم ہوتا ہے قریب پہونچکر کچھ پرانے آثار بھی دکھائی دیتے ہیں جس کے ذرے دلوں میں روشنی پیدا کر دیتے ہیں اور رسول پاک کے ان فدائیوں کی نسبتیں قدم قدم پر احترام چاہتی ہیں جن کو شدید انتظار کے بعد ایک دن ثنیۃ الوداع کی جانب سے بلند ہونیوالے گرد و غبار کاروان معرفت کی آمد آمد کا پتہ دیتے ہیں اور ان کی مشتاق آنکھیں فرش راہ ہو جاتی ہیں۔ مسجد قبا کا منارا خود اتنی کشش رکھتا ہے کہ دور سے دیکھ کر دل کھنچنے لگتا ہے راستے میں کھجوروں کے باغ ملتے ہیں سرسبز و شاداب راستہ ہے سبحان اللہ ـــــ کیا کہئے کیا فرحت و انبساط کا عالم ہوتا ہے دیکھنے ہی سے تعلق ہوتا ہے۔ ہر نظارا فردوس بریں کی مثال پیش کرتا ہے وہ سکون روح پیدا ہوتا ہے کہ غم

حسنین کا بچپن گذرا واہ رے میرے کریم کی بندہ نوازی اس ننگ خلائق بندے کو کس بابرکت مقام پر سرفراز فرمایا جہاں حور و غلماں حاضری کو ترستے ہیں ایک سگ دنیا کو پاک کرنیکے لئے کہاں بھیجا گیا جہاں نور کے سائے کوئی کثافت و ظلمت ٹھہر ہی نہیں سکتی جہاں وہ جلوہ آرا ہے جسکی شان میں قرآن کا بیان ہے قد جاءکم من اللہ نور -

اے پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا تو یہاں بے ادبی ہے
(مولانا آسی جونپوری)

مسجد قبا

دس روز کے محدود ایام میں جہاں تک وقت ساتھ دے سکا آستانہ طیبہ کی خاک بوسی میں کیف روحانی حاصل ہوتا رہا طیبہ کی گلیوں میں بازاروں میں اس تصور کے ساتھ پھرتا رہا کہ یہ گذرگاہ خدا ہی جانے عہد رسالت میں یہاں کس جانثار صحابی کا گھر رہا ہوگا اور یہاں کتنی بار سید انام کی تشریف آوری ہوئی ہوگی۔ بازاروں سے گذرتے وقت ناقہ مبارک کی خوشخرامی یاد آتی تھی نخلستانوں کو دیکھ کر دل شگفتہ ہوتا تھا کہ شائد یہ باغ حضور انور کے وقت کا ہو۔ وادی و کہسار میں جب کسی مقام سے گنبد خضرا نظر آجائے تو بیشتر کے بہت سے وہ خواب یاد آجاتے کہ برسوں

سے ہر قدمے کو نیکتے ہوئے واپس ہوئے واپسی میں مسجد قبلتین اور دیگر
مساجد و آثار متبرکہ کی زیارت سے مشرفیاب ہوئے۔

آبار سبعہ

مدینہ طیبہ کے اکثر کنویں شیریں پانی کے ہیں لیکن ذیل کے سات کنووں کو
رسول اکرمؐ سے خاص نسبت ہے۔ ان کنووں کا پاکیزہ پانی عموماً زائرین پیتے ہیں۔
بیر اریس: ۔ حضرت عثمان غنی کے ہاتھ سے مہر نبوت اسی کنویں میں گر کر گم
ہوگئی۔ اسی وجہ سے اس کو بیر خاتم بھی کہا جاتا ہے اس کنویں پر سرورکائنات
پاؤں ڈال کر تشریف رکھتے تھے۔ اس بیر مبارک کا پانی نہایت ہی شیریں
ہلکا اور خنک ہوتا ہے۔ یہ اثر لعاب دہن مبارک کا ہے کہ آجتک اس کی
شیرینی میں فرق نہ آیا۔ لعاب اقدس کے علاوہ مہر نبوت کا بھی فیض ہے
اس کنویں پر ایام حج میں ہر وقت ہجوم رہتا ہے گویا یہ مدینہ منورہ کا چشمۂ زمزم
ہے جس کا پانی کثرت سے استعمال ہوتا رہتا ہے اور کم نہیں ہوتا پانچ لاکھ حجاج
میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو فقط حج کر کے وطن کو رخصت ہوئے زیادہ سے
زیادہ ایک لاکھ کم کر دیجئے تو پھر بھی چار لاکھ حجاج نے تو یقیناً ایام حج میں اس
کنویں کا پانی بار بار نوش کیا کتنے غسل بھی کر گئے۔ کپڑے تر کئے گئے۔ بیشمار لوگوں
کے لئے وضو میں پانی استعمال ہوا لیکن کنواں کیا ہے دریا ہے جس کا پانی کسی طرح

کونین سے دل آزاد ہو جاتا ہے

سلامت رہے پاک بستی قبا کی
یہ منزل بھی یادگار مدینہ

جبل احد

یہ وہ پہاڑ ہے جس کے متعلق سرکار دو عالم فرماتے ہیں جبل یحبنا و نحبہ کہ وہ مجھ کو محبوب رکھتا ہے میں اس کو دوست رکھتا ہوں آہ

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کرے وہ نشان قدم تو پتھر پر
(آسی جونپوری رح)

دوبار اس پہاڑ کی قریب سے زیارت حاصل ہوئی ایک روز لطیف صاحب سوداگر چک منڈی بھی ہمراہ تھے راستہ پرشوق گفتگو میں گذرا موصوف کے ساتھ مزار سید الشہدا پر حاضر ہوئے حضرت حمزہ رض کی زیارت کے بعد قریب کے آثار کے نظاروں سے آنکھیں روشن ہوتی رہیں جنگ احد میں شہیدان اسلام کی جانبازیاں یاد آ کر عب رسول کے جذبات کو اور برانگیختہ کرنے لگیں واپسی کے وقت بڑی حسرت محسوس ہوئی کہ آہ اتنے بڑے سفر کے بعد اس مقدس تاریخی مقام تک پہونچے اور ایک شب بھی اس پہاڑ کے دامن میں نہ گذر سکی۔ بس بوا ادوی میں چند لمحے کے لئے آئے اور چشم حسرت

کا پانی پینے والوں کے حق میں آپ نے دعائے برکت فرمائی ہے صحابہ کرام اس کا پانی خصوصیت سے بیماروں کو پلاتے تھے ۔ جو آب جاری کے حکم میں تھا ۔ یہ کنواں بنی ساعدہ کا مملوکہ تھا جنکا وہ سقیفہ تھا جس میں صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت ہوئی تھی ۔ اسکے قریب تر تمام کنوؤں کا پانی کھاری ہے ۔ مگر اسکا مبارک شیریں ہے۔

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدے سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

بیر بضاعہ :- یہ کنواں جنت البقیع کے قریب ہے بقیع سے جو راستہ مسجد قبا کو گیا ہے اسکے مشرقی طرف واقع ہے ۔ اس کنوئیں پر سلطان دو عالم نے اپنا سر مبارک دھویا ہے ۔ سر کا غسالہ کنوئیں کو نصیب ہوا ہے اور چند موئے مبارک جو سر دھونے میں جدا ہوئے وہ بھی آپ نے اس کنوئیں میں برکت کے لئے ڈال دیئے ۔

بیر غرس :- یہ کنواں مسجد قبا سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہے ترکوں کے وقت کے پرانے معلمین اس کا پتہ بتا سکتے ہیں آج کل کے نئے معلمین آثار متبرکہ سے کم واقف ہیں ۔

اس کنوئیں کا پانی حضور رحمۃ للعالمین کو بہت مرغوب تھا اس سے وضو بھی فرماتے تھے اور پیتے بھی تھے اسی کے بارے میں بعد وصال غسل دینے کی وصیت فرمائی تھی چنانچہ اسی کے پانی سے وصال شریف کے بعد آپ کو غسل دیا گیا ۔

کم ہی نہیں ہوتا۔ یہ اس دعائے رسالت کا اثر ہے جو مدینہ کیلئے برکت طلبی کی بنا پر بارگاہ الہٰی میں کی گئی۔ اسجگہ پہونچکر بیساختہ یہ شعر یاد آگیا۔

وان تفلت فی البحار البحار مالح   لاصبحت ماء البحار من ریقها عذبا

ترجمہ:۔ اگر وہ دلنواز کھاری دریا میں تھوک دے تو سارے دریا کا پانی شیریں ہو جائے۔

حضور انور کے بعد سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان ذو النورین اسی انداز نشست کے ساتھ بیر اریس پر بیٹھا کرتے تھے جس طور پر آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔

سلام ہو اس بیر اریس پر جہاں اس محبوب کردگار نے نشست فرمائی ہے جسکی نشستگاہ عرش معلےٰ بن چکا ہے جسکے ہر نقش قدم کو اولیا و اصفیا آنکھیں سے لگا رہے گے۔ سلام ہو اس کے ہر قطرہ آب پر جس کو مہر نبوت نے نگینہ حسن بنا دیا ہے۔ سلام ہو ان سیراب ہونیوالوں پر جو اس کے کنارے گویا چشمہ تسنیم و کوثر کا مزا پاتے ہیں اور ساقی کوثر کی یاد میں کیف و سرور حاصل کرتے ہوئے غم دو عالم کو فراموش کر دیتے ہیں۔

علی الارباب النعیم نعیمھم   وللعاشق المسکین ما یتجرع

بیر حاء:۔ یہ کنواں مسجد نبوی کے تقریباً متصل سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے اس کنویں پر بھی رسول اکرم تشریف لاکر اکثر پانی نوش فرماتے تھے۔ راقم الحروف کو بار بار اس کنویں پر حاضر ہونے اور غسل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

بیر بضاعہ:۔ اس پاکیزہ کنویں میں بھی لعاب دہن مبارک پڑا ہوا ہے اور اس

ایک دریا ہے جو بے دریغ پیاسوں کو سیراب کرتا جاتا ہے۔

استوانات رحمت

مسجد نبوی کا کونسا ذرہ کشش نہیں رکھتا روضۂ رسول کے کس در و دیوار سے بوئے محبوبیت نہیں آتی۔ جی چاہتا ہے اس کی داستان عمر بھر لکھتا رہوں کاش زندگی کے اور بکھیڑے ساتھ نہ ہوتے۔

بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

روضۂ انور کے آٹھ ستونوں کا تذکرہ آداب مصنفین میں داخل ہے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے میں بھی انکے ذکر سے ناظرین کو ذوق ایمانی میں اضافہ کا موقع دیتا ہوں۔

اسطوانۂ علیؓ :- امیر المومنین علی مرتضیٰؓ اس ستون کے پاس نماز ادا فرماتے تھے اور آپ راتوں کو اسی جگہ رحمت عالمؐ کی پاسبانی بھی فرماتے تھے۔

اسطوانۂ عائشہ :- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کیطرف یہ ستون مبارک اس لئے منسوب ہے کہ جناب رسالتماب نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں نماز کی فضیلت و مقبولیت معلوم ہو جائے تو جگہ حاصل کرنے کیلئے قرعہ اندازی ہونے لگے۔ وہ جگہ حضرت صدیقہ کو معلوم تھی آپ نے وصال نبوی کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو اس جگہ سے آگاہ فرمایا۔

بیر رومہ :۔ یہ کنواں وادی عقیق میں مسجد قبلتین کی جانب شمال میں واقع ہے۔ اس کا مالک پانی گراں قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ رسالتمآب نے فرمایا کہ اس کنویں کے خریدار کو جنت کی نہر کا مژدۂ جانفزا ہو یہ سنکر حضرت سیدنا عثمان غنی نے پینتیس ۳۵ ہزار درہم میں یہ کنواں خرید کر فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ اور بشارت نبوی کے مصداق ہوے اس کنویں کا پانی آجتک نہایت میٹھا اور ہلکا ہے۔ پینے میں لطافت محسوس ہوتی ہے کیا فیضان رسالت ہے ان مقدس کنووں کا آجتک پانی کی فراوانی کیساتھ باقی رہنا اور ان کی شیرینی وذائقہ میں فرق نہ آنا دعائے رسالت کی برکات پر زندہ شہادت ہے۔

بیر الیسیرہ :۔ مسجد قبا کی شرقی جانب یہ کنواں واقع ہے رسول کریم نے اس کے پانی سے بھی وضو فرمایا ہے اور اسکے لئے بھی دعائے برکت فرمائی ہے۔

زائرین حجاز کو ان تمام کنووں کی زیارت کرنا اور ان سے سیراب ہونیکی کوشش کرنا چاہئے۔ اور اس فیض نبوت پر غور کر کے معرفت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ آج تک ان کنووں کا فیضان بدستور جاری ہے کتنے کنویں تعمیر ہوے اور ایک صدی بھی نہ گذرنے پائی کہ وہ فنا ہو گئے۔ یا خشک ہو گئے یا لذت میں فرق آگیا یا زیادہ پانی کھینچا گیا تو سوکھنے لگے اور یہاں تقریباً چودہ سو برس کا عرصہ گذر گیا اور بدستور آثار باقی ہیں۔ ایام حج میں سیکڑوں ہزاروں زائرین روزانہ زیارت کے لئے پہونچتے ہیں وضو کرتے ہیں پیتے ہیں لیکن کنواں کیا ہے

اسطوانۂ جبریل :۔ اکثر جبریل امین اسی ستون کے پاس وحی لیکر آئے ہیں۔

اسطوانۂ جبریل۔ اسطوانۂ وفود۔ اسطوانۂ سریر۔ اسطوانۂ علی یہ چاروں بالین مبارک کی جالیوں والی دیوار میں ایک ہی قطار میں نزدیک نزدیک واقع ہیں۔

اسطوانۂ تہجد :۔ اس ستون شریف کے پاس امام الانبیاء نے تہجد کی نماز ادا فرمائی ہیں۔

مدینہ طیبہ تاریخی روشنی میں

پہلے اس شہر اقدس کا نام یثرب تھا اور عہد رسالت سے بہت پہلے یہاں زیادہ تر یہودی آباد تھے۔ پھر قبیلۂ اوس و خزرج بھی اسی شہر میں سکونت پذیر ہوا۔ یہ لوگ آنحضرت کی ہجرت سے بیشتر بت پرستی کرتے تھے۔ ان کے اسلام کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی موسم حج میں مکہ معظمہ آئے اور سرور عالم تبلیغ دین فرماتے ہوئے ان کی طرف پہونچے تو اس جگہ جہاں اب مسجد العقبہ ہے یہ لوگ توجہ سے آپ کی باتیں سن کر باہم کہنے لگے کہ قوم یہود کے لوگ جس رسول آخر الزماں کی بعثت کا ذکر کیا کرتے ہیں یہ ہادی و رہنما وہی رسول معلوم ہوتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ایمان لانے میں ہم لوگ سبقت کریں۔ آخر متفق الرائے ہو کر یہ خوش بخت افراد مسلمان ہوگئے انکی

اس وقت سے اس کا نام اسطوانۂ عائشہ مشہور ہوگیا ۔

اسطوانۂ سریرہ :- یہی وہ ستون پاک ہے جہاں آپ استراحت فرماتے تھے اور فاروق اعظمؓ نے پشت مبارک میں کھجور کی چٹائی کے نشانات دیکھ کر گریہ فرمایا اس جگہ نماز پڑھنے سے دل دنیا سے بیزار ہوتا ہے عبادت کردگار کی طرف رغبت ہوتی ہے ۔

اسطوانۂ ابی لبابہ :- مشہور صحابی سیدنا حضرت ابولبابہؓ ایک بار جہاد میں نہ جا سکے بعد کو ندامت ہوئی تو اپنے کو ستون سے باندھ دیا یہانتک کہ انکا احساس ندامت خدا کو پسند آتا ہے قبول توبہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور سرور کائنات خود تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے ابولبابہؓ کو کھولتے ہیں اس جگہ جتنا بھی موقع ملے نفل نمازیں پڑھے اور استغفار کرے ۔

اسطوانۂ وفود :- اس ستون کے پاس باہر کے وفود خدمت رسالت میں حاضر ہوتے تھے اور حضور انور انکو اسی جگہ شرف ملاقات اکثر و بیشتر عنایت فرماتے ۔

اسطوانۂ حنانہ :- ممبر تیار ہونے سے پہلے آقائے دو عالم اسی جگہ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ۔ ستون حنانہ اسی جگہ صدمۂ فراق سے گریہ کناں ہوا تھا اس کی یادگار میں راقم الحروف نے اس کو اسطوانۂ حنانہ کے لقب سے یاد کیا ہے اسکو عام طور پر اسطوانۂ مخلقہ کہتے ہیں مصلائے رسالت کی پشت پر یہ ستون مقدس واقع ہے اس جگہ جذبۂ محبت از سر نو پیدا ہوجاتا ہے ۔

ختم کردو۔

مدینہ منورہ میں گھر گھر اسلام پھیل گیا مومنین طیبہ کے دلوں میں بیحد اشتیاق ہے کہ مکہ کا آفتاب جلد مدینہ کی بستی میں اپنی کرنیں بکھیرے۔ آجاتا ہے وہ وقت سعید کہ جب خدا کی طرف سے آپ کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

انصار جاں نثار کو جس دن سے ارادۂ تشریف آوری کا حال معلوم ہوا ایک ایک لمحہ ماہ وسال کے برابر ہے ہر مدنی ہمہ تن مشتاق دیدار ہر دل کشتۂ محبت سیدِ ابرار ہے ہر آینوالے قافلے کے گرد وغبار کو اشتیاق اور امید بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے کیا ہی فرحت آز ما صبح وشام اور کیسے روح حیات افروز لیل ونہار ہیں کہ ہر ساعت آمد محبوب کی گنجائش رکھتی ہے۔ ہر صبح سحر اقبال نما ہے اور ہر دوپہر نبوت کے مہر نیم روز کی بشارت سناتی ہے۔

مشتاق جمال روزانہ لباس اور فوجی ہتھیاروں سے سج دھج کر بیرون شہر آتے اور مکہ سے مدینہ آنے والے راستوں کو بڑھ بڑھ کر بے چینی سے دیکھتے جب دھوپ تیز ہو جاتی اور قافلوں کی آمد کا وقت گزر جاتا تو حسرت کے ساتھ واپس ہوتے۔

بروز تشریف آوری بھی کشتگان انتظار دیر تک راستہ دیکھکر پلٹ رہے تھے کہ ناگاہ ایک یہودی نے کوہ ثنیۃ الوداع کی طرف سے غبار اٹھتے ہوئے

بیعت کو بیعت عقبہ اولی کہا جاتا ہے ۔ یہ لوگ مدینہ منورہ پہونچکر حضور انور کی تبلیغ کا عقیدتمندانہ ذکر کرنے لگے ۔ اور ان کے اسلام لانے کا ذکر سن کر صالح قلوب میں اشتیاق پیدا ہونے لگا تو سال آئندہ گیارہ بارہ اشخاص اسی مقام عقبہ پر جناب رسالت مآب کی زیارت سے مشرف ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ اس دوسری بیعت کا نام عقبۂ ثانیہ ہے ۔ ان کی استدعا پر ہادی برحق نے احکام اسلام کی تعلیم کیلئے حضرت مصعبؓ ابن عمیرؓ کو ہمراہ کیا ۔ حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی جدوجہد سے بہت سے لوگ حضور انورؐ کی زیارت کے مشتاق ہوئے اور وہاں تک رفتہ رفتہ اسلام پھیل گیا ۔ تیسرے سال حج کے زمانے میں ۷۲ آدمیوں کا قافلہ اسی عقبہ کی پہاڑی گھاٹی میں رسول پاک سے شرف بیعت حاصل کرتا ہے اور جوش فدائیت میں یہ لوگ عرض کرتے ہیں کہ یا سید عالم آپ ہمارے وطن تشریف لے چلیں تو ہم دین پاک کی اشاعت میں پوری جاں نثاری دکھائیں ۔ سرور کائنات نے اپنے باب میں توقف فرمایا کہ میں بغیر امر الٰہی کوئی اقدام نہیں کرسکتا ۔ لیکن صحابۂ کرامؓ کو ہجرت کی اجازت دیدی ۔

اس تیسری بیعت کو بیعت عقبۂ ثالثہ کہنا چاہیئے ۔ یہ مقام عقبہ منا جاتے ہوئے نظر آتا ہے ۔ عجیب انوار و برکات کی جگہ ہے ۔ صبح اسلام کی تابناک شعاعیں آج بھی اسجگہ خراماں نظر آتی ہیں ۔ تمنا کہتی ہے کہ زمانے سے کنارہ کش ہوکر یہاں بیٹھ جاؤ اور حبیب خدا کی یاد میں نعت خوانی کرتے کرتے زندگی

گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی!

قبا میں انصار کے گھرانے آباد تھے کلثوم بن الہدم جو خاندان کے رئیس تھے پہلی میزبانی کا شرف انھیں کو حاصل ہوا۔

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

اسی مقام پر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور کے پاس پہونچے آپ انھیں دیکھکر بہت مسرور ہوے۔ جناب رسول خدا نے اسی قبا کی بستی میں سب سے پہلی مسجد کی بناڈالی جسکی تعمیر کے لئے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھاے اسی بزرگ ترین مسجد کی شان میں رب اکبر کا ارشاد ہے۔

لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین ٥۔

ترجمہ۔ بیشک وہ مسجد جسکی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اسکا زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اسمیں نماز پڑھو اس مسجد میں ایسے نفوس ہیں جو طیب طہارت کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں اور خدا پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول یوم جمعہ کو چاشت کے وقت آپ قبا سے روانہ ہوئے۔ بنو سالم کے محلے میں پہونچے اور وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی اس موقع پر

دیکھا جب دامن گرد چاک ہوا تو دو نورانی پیکر نظر آئے جنکی وجاہت بتا رہی تھی
کہ نبی و صدیق کے سوا دوسرا ہو نہیں سکتا ۔ وہ یہودی پکار اٹھا کہ اے اہل مدینہ
لو تمہارا مطلوب و مقصود آپہونچا ساکنان طیبہ کے لئے یہ صلائے روح پرور مژدہ
مسیحائی بن گئی ۔ مسرت کے ترانوں نے دور دور کے طالبین زیارت کو بھی باخبر
کر دیا جو جس جگہ تھا وہیں سے دوڑ پڑا ۔ آوازۂ تہنیت نے ساری فضا کو شادمانی
سے معمور کر دیا مدینے کی پوری بستی جنۃ الفردوس بن گئی ۔ انصار یہ کہتے ہوئے
گھروں سے نکل پڑے ۔

طپیدہائے دل زآواز پائے کیست میدانم

تکبیر کی صدائیں پہاڑوں سے ٹکرا کر ہیبت اسلام پیدا کرنے لگیں تورات
و انجیل کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا کہ خدا کا نور کوہ فاران سے آیا جسکی ضو سے
زمین معمور ہو گئی ۔

خوشا چشم کہ بنگرد مصطفےٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

مکے کی تجلی سلع کے باشندوں میں آپہونچی ، برق فاران ثنیۃ الوداع کی گھاٹی
سے چمکی تو مدینہ کا سارا نخلستان منور ہو گیا ۔ مشتاقان زیارت کی آنکھیں
فرش راہ بننے لگیں جمال رسالت کو دیکھکر ہر صاحب نظر باہزاران عقیدت
نغمہ سرا تھا ۔

مکے نے جو بہار ولادت کے دن دیکھی تھی آج مدینہ اپنے کوچہ و بازار میں وہی رونق پا رہا ہے گویا بارانِ بہشت برس رہی ہے۔ ناقہ مبارک کے قدموں سے پامال ہو رہا تھا۔ نگار خانہ خلد نخلستانِ طیبہ پر صدقے ہو رہا تھا۔ وہ ہوائے عیسیٰ نفس چل رہی تھی جس سے مرجھائی ہوئی کلیاں از سرِ نو شگفتہ ہونے لگیں۔ جاء رسول اللہ جاء حبیب اللہ کے نعرے دینے سے دشت و کہسار گونج اٹھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تشریف آوری کے دن میں آٹھ یا نو سال کا تھا مجھے یاد ہے کہ آپ کے آنے کی خوشی میں طفلان و جوانان طیبہ خاتونان مدینہ صغار و کبار سب کیف و سرور میں تھے۔ بے شمار نگاہیں جمال اقدس کو محویت سے دیکھ رہی تھیں۔ آپ کے شہر میں داخل ہوتے ہی وہ ہجوم ہوا کہ پھر مدینہ کی آبادی میں ایسا عظیم الشان مجمع دیکھا نہیں گیا۔ حیادار عورتیں کھڑکیوں، چھتوں، بالاخانوں سے شرف زیارت حاصل کر رہی تھیں جس طرف حضور ﷺ گذرتے تھے ہر محلہ و قبیلہ کے لوگ عرض کرتے تھے یا سیدی غریب خانے کو شرف عطا فرمائیے۔ جو تھا وہ گھر، جان، مال سب کچھ نثار کرنے کو تیار تھا۔ آپ یہ فرماتے ہوئے کہ میری اونٹنی مامور ہے جہاں قیام مقدر ہے وہاں خود رک جائیگی۔ تمام شیدائیان جمال منتظر ہیں کہ دیکھیں قاسم نعمت کا شرف میزبانی کس کے نصیب میں ہے قاسم ازل نے یہ شرف عظمیٰ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی لوح پیشانی میں لکھ دیا تھا جہاں آج مسجد نبوی ہے اسی سے

جناب رسالت مآب نے حلقہ مجوشان توحید کو ایک خطبہ بلیغ جو البشار دانوار کے مضامین سے لبریز تھا سنا کر دلوں کو تازگی بخشی شیرینی گفتار و صداقت بیانی سے مجمع پر وجد طاری ہو گیا غلام رسالت جاں نثارانہ گرد و پیش جمع تھے۔ حضرت عتبان بن مالکؓ نے درخواست کی کہ ابھی حضور یہاں اور کچھ قیام فرمائیں۔ مگر آپ عذر فرما کر ناقۂ مبارک پر سوار ہو گئے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے ادھر سلطان رسالت کی سواری کا جلوس قدوسی جلال کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے ادھر اہل مدینہ کی نگاہیں فرش راہ بنتی جاتی ہیں۔ ہر طرف سے لوگ پیشوائی کو بڑھ رہے ہیں مرحبا اہلاً و سہلاً کا غلغلہ بلند ہے فخر کونین کے ننہالی رشتہ دار قبیلہ بنو نجار کے مشتاقین ہتھیاروں سے سج سج کر بشان فخر و مباہات جلوس میں شریک بصد کر و فر چل رہے تھے ان کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر آمد آمد کی خوشی میں بڑے خوش الحانی کے ساتھ گاتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمداً من جار

ایک طرف انصار کی لڑکیاں نانا بن قہر رسالت کی جلوہ گری کے جوش مسرت میں نغمہ خواں تھیں۔

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع

مسجد اقدس کے ایک حجرۂ طیبہ میں رونق افزا ہو اس کی زندگی کا پوچھنا ہی کیا حق شناسان اسلام سے پوچھئے کہ اس کے ہر در و دیوار میں کتنی کشش ہے اسی مسجد کی کشش نے بہت سے اصحاب کرام کو اپنی طرف اسطرح کھینچا کہ اس کے خاک نشینوں میں شامل ہو کر دنیا سے بے پرواہ ہو گئے ۔ اور اصحاب صفہ کہلائے۔

مسجد کی تعمیر سے پہلے وہاں کھجوروں کا باغ تھا اس میں دو یتیموں کی زمین تھی حضرت آمنہؓ کے در یتیم نے ان دونوں یتیموں سے انکی زمین قیمتہً حاصل کی جس کو حسب الحکم نشیب و فراز سے ہموار کیا گیا انصارؓ نے چند ستون کو جڑ سے اکھاڑ کر مسجد شریف کی بنیاد ڈالی پھر تو اینٹیں گرنے لگیں تعمیر کا کام شروع ہو گیا عاشقین خلیل صحابہ کے ساتھ خود اینٹیں اٹھاتے تھے قربان ہو جائیے اس مسجد کے ہر سنگ و خشت پر جس کیلئے رسول جمیل بوجھ اٹھائیں اور جس کے مزدور انصارؓ و مہاجرینؓ ہوں۔

کسے دیوانہ باشد از سر خویش در دو جائے

دل اینجا دست اینجا، بجا اینجا اسید اینجا

چھت اور ستون کو کھجوروں کی لکڑی سے بنایا گیا پہلی بنا میں طول جانب قبلہ سے حد شمالی تک چھتیس گز تھا اسوقت قبلہ بیت المقدس تھا اور جانب مشرق سے حد مغربی تک تریسٹھ گز کی کشادگی تھی سادگی کی یہ کیفیت تھی کہ جب مینھ برستا تو چھت کی مٹی نمازیوں پر گرتی اور سجدے کے وقت پیشانی

متصل حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا دو منزلہ مکان تھا اسی کے سامنے پہونچکر ناقۂ رسالت ٹھہر جاتا ہے پھر ابو ایوب انصاری کی خوش دلی و کامرانی کا پوچھنا کیا ہے۔ مخر زمانہ کے ساتھ رسول انور کا سامان اونٹنی سے اتار کر کاشانۂ عالی میں لیجاتے ہیں اور قیامت تک کے لئے میزبان رسول کا معزز لقب حاصل کرتے ہیں۔

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کا مکان مبارک آج تک محفوظ ہے مسجد نبوی کا باب جبرئیل جس طرف ہے اسی جانب ایک گلی میں پس دیوار زیارتگاہ اہل عرفان بنا ہوا ہے۔

مسجد نبویؐ

قبلہ گاہ دین و ایمان کی مسجد مبارک ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے جس کی طرف شد رحال بالاتفاق سعادت ایمانی ہے۔ اور جس میں ایک رکعت نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اسی مسجد شریف کے ایک حصہ میں مرقد انور ہے جسکا قبہ مبارک اپنی محبوبیت و عظمت میں بے مثال ہے جس داعی توحید نے کروروں مسجدیں اقطار عالم میں تعمیر کرا دیں جسنے اپنے زور تبلیغ سے کعبہ کو کعبہ بنا دیا۔ جس کی جد و جہد سے قیامت تک فضائے کائنات میں تکبیر کی آواز گونجتی رہے گی جس کی ہمہ گیر تعلیم نے ساری زمین کو موحدین کے لئے سجدہ گاہ بنا دیا وہ سراپا عظمت خود جس

ہوا مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؓ بعد حسرت کہتے تھے کہ کاش ان حجرات کو اسی طرح باقی رکھا جاتا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کو دیکھ کر سلطان دو جہاں کی سادہ زندگی کا اندازہ کرکے حرص دنیا سے بچتیں کہ قاسم الخلائق نے اتنے چھوٹے حجروں میں اہل وعیال کے ساتھ وہ پیغمبرانہ زندگی گذار دی جس میں معرفت در دو عالم اور قیامت تک کے اسلامی تمدن کا نقشہ مرتب ہوا۔

ولید کی تعمیر میں طول دو سو گز اور عرض ایک سو ساٹھ گز تھا نقش ونگار، بیل بوٹوں کا بھی اضافہ ہوا یہ بنا ۸۸ھ میں شروع ہوکر ۹۱ھ میں تمام ہوئی۔

ولید کے بعد مہدی عباسی نے ۱۶۱ھ میں کچھ شان عمارت کو اور ترقی دی جس کا سلسلہ ۱۶۵ھ تک رہا یکم رمضان ۶۵۴ھ میں جمعہ کی رات کو چراغ جلانے والے کی بے احتیاطی سے قندیل میں آگ لگ گئی جو ساری مسجد میں پھیل گئی اس حادثہ کی خبر مستعصم باللہ کو ہوئی تو اس نے کاریگروں اور معماروں کو بھیجا اور شاہ یمن ملک مظفر نے لکڑی اور دیگر تعمیری سامان بھیجے نور الدین علی بن معز شاہ مصر اور ظاہر بیبرس نے بھی مرمت میں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ فی الدارین۔ مرمت کا یہ سلسلہ ۶۵۵ھ میں شروع ہوکر چند سال میں سابق میناروں پر ختم ہوا۔ ۷۰۵ھ میں ملک ناصر محمد بن قلادون نے چھت کو بدلوایا اور شرقی وغربی حصہ کی مرمت کرائی

کیچڑ سے آلودہ ہوجاتی اسوقت عجز و بندگی کی شان بھی کچھ اور نظر آتی ہوگی ساکنان بیت المعموران سجدہ گذاروں پر احسنت۔ کہتے ہونگے کہ

بریا دزلف یار پریشانیت نکوست

فتح خیبر کے بعد بارشاد نبوی تعمیر ثانی ہوئی عہد رسالت کے بعد بعہد فاروقی ۱۷ھ میں مسجد کے حدود کو اور وسعت دیگئی جانب غرب قبلہ کی طرف اضافہ ہوا اسوقت طول ایکسو چالیس گز اور عرض ایکسو بیس گز تھا حضرت عمرؓ نے اس تعمیر جدید میں پوری اتباع سنت فرمائی۔ کچی اینٹوں، کھجور کی شاخوں اور لکڑیوں کے استعمال پر اکتفا فرمائی فاروق اعظم نے حدود کی توسیع میں ازواج مطہرات کے حجروں کے احترام کو ملحوظ رکھا ورنہ آپ ہی کے عہد پاک میں کشادگی زیادہ ہوجاتی پھر ۲۹ھ میں سیدنا عثمان ذی النورینؓ نے مسجد کو اور کشادہ فرمایا۔ دیواریں اور ستون منقش پتھروں سے تیار کئے گئے۔ عہد عثمانی میں مسجد کے دروازے چار تھے۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو عثمان غنی نے بھی بدستور قائم رکھا۔

عہد عثمانی کے بعد ولید بن عبد الملک نے اضافہ کیا اسی کے وقت میں ازواج مطہرات کے حجرے بھی شامل مسجد کئے گئے جسوقت امت کی ماؤں کے حجرے منہدم کئے جانے لگے مدینہ میں شور گریہ و زاری بلند

خاں باقی ہیں نہ عثمانی خلافت لیکن مسجد رسول کا باب مجیدی سال بسال لاکھوں فدایان اسلام کے دلوں میں اس مرحوم خلیفۃ المسلمین کی یاد تازہ کردیتا ہے اور ترکوں کی نظامیت کا زندہ منظر دیکھکر ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کو جی چاہتا ہے ۔

اب کے سال طویل عرصے کے بعد ہزار ونکی تعداد میں ترکان احرار حج و زیارت کو آئے تھے ان کا ادب و احترام ان کا خشوع و خضوع اور ان کا حب رسول دیکھکر وہ غلط فہمی جو ان کی طرف سے عام مسلمانان ہند کے دلوں میں تھی دور ہوگئی ۔ حج کے موقع پر دنیائے اسلام کے بڑے اجتماع میں ترکوں سے زیادہ حرمین کا ادب کرنیوالا اور خلوص و شائستگی کی مثال پیش کرنیوالا کوئی طبقہ نظر نہ آیا مسلمانان ہند کو اپنی مذہبیت کا بڑا ناز ہے لیکن احرار ترکوں کے مقابلے میں ہم اہل ہند بھی پیچھے نظر آئے ان مرغان حرم کی نگاہوں میں اپنے اگلے آشیانوں کی محبت آج بھی بدستور باقی ہے ۔

ترک خواتین کی بے نقابی پر بھی مصطفےٰ کمال کے وقت میں بہت کچھ اظہار نفرت کیا گیا لیکن حرمین شریفین کی حاضری میں جو متانت وحیاداری ترک خواتین میں دیکھی گئی وہ مصر و شام و ہند وغیرہ کی عورتوں میں بھی کمیاب تھی ۔

اور پھر ۷۶۹ھ میں صحن مسجد کی جانب دو مسقف دالان کا اضافہ کیا پھر مدت کے بعد اس میں اصلاح کی ضرورت پیش آئی تو ۸۳۱ھ میں سلطان اشرف برسبائی نے از سرِنو اسکو بنوایا۔ ۸۵۳ھ میں سلطان جقمق نے روضۃ الجنۃ کی چھت بدلوائی اور سلطان قائتبائی نے ۸۷۹ھ میں عمارت کے اکثر حصے دیواروں، مناروں، ستونوں کی مرمت کرائی پھر ۸۸۶ھ میں بجلی گر جانے سے اکثر حصہ عمارت کو صدمہ پہونچا تو سلطان قائتبائی کے بھائی امیر سنقر جمالی سامان تعمیر اور کاریگروں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور مرمت کے ساتھ اضافہ بھی کیا۔ ۹۸۰ھ میں خلیفہ آل عثمان سلطان سلیم خان نے حصہ لیا اور زیب و زینت میں اضافہ کیا۔ ۹۹۸ھ میں سلطان مراد عثمانی نے سنگ سفید کا منبر بنوا کر بھیجا۔

اب موجودہ عمارت مسجد سلطان عبد المجید خان ترکی خلیفہ اعلی اللہ مقامہ کی وہ شاندار یادگار ہے جسکو دیکھکر مرحوم خلافت عثمانیہ کی یاد حسرت تازہ ہو جاتی ہے۔

اس آخری تعمیر میں خلافت عثمانیہ کے تاجدار نے عظیم الشان ایثار و حسن عقیدت کی مثال پیش کی ہے ایک کرور بارہ لاکھ روپیہ صرف کرکے مسجد نبوی کو از سرِنو تعمیر کرکے اسے دلہن بنا دیا کہ آج ظاہری حیثیت سے بھی وہ دنیا کی ممتاز ترین عمارت ہے۔ آج دنیا میں نہ سلطان عبد المجید

غربائے مدینہ

اہل مدینہ میں افلاس زیادہ ہے انکی خدمت کرنے میں ایثار کا ہاتھ کوتاہ نہ ہونا چاہیے حجاز کے عربی مدارس سے زیادہ غربائے حجاز بالخصوص مدینہ طیبہ کے غریب نادار ونکی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہیے مدارس کے باب میں زیادہ تر یہی معلوم ہوا کہ وہ بانیان مدرسہ کا ذریعۂ معاش ہیں لہذا حجاج کی رقم کا بہترین مصرف دیار رسول کے غریبوں اور وہاں کی بیوہ عورتونکی خدمت ہے مدد اور اعانت کا لفظ ادب کے خلاف ہے انکو احترام کیساتھ نذر پیش کرے اور دعائے مغفرت کا طالب ہو۔

معلمین

سفر حجاز میں معلمین سے سابقہ پڑنا ضروری ہے بغیر انکی رہنمائی کے حج و زیارت دشوار ہے لیکن معلم کے انتخاب میں بڑے تجربے کی ضرورت ہے یہ طبقہ حجاج میں نیک نام نہیں ہے اور مجھے بھی افسوس کیساتھ یہی لکھنا پڑتا ہے کہ حضرات معلمین حسن اخلاق سے کام نہیں لیتے بسا اوقات ان سے یا انکے دکیلونسے بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں حالانکہ معلمین کا فریضہ یہ ہے کہ وہ حاجیونکی مشکلونکو دور کرتے رہیں لیکن باوجود اس عام تجربہ اور شہرت کے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے مکہ معظمہ میں نہ معلم سے تکلیف پہنچی نہ مدینہ منورہ میں رہبر حجاج سے کسی شکایت کا موقع ملا۔

تجربہ کی باتیں

زیارت حرمین شریفین کا شوق ایمان کا تقاضا ہے لیکن اس سفر میں فقط تصوراتی کیفیت پر اعتماد کرنا چاہیے چنانچہ سے بہت سے لوگ بڑے ذوق و شوق سے جاتے ہیں لیکن جب جہاز کی متلی دوران سر وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو شکایت کے الفاظ زبان پر لاتے ہیں لہٰذا پہلے سے سفر کی تمام صعوبتوں کو بھی محسوس کر لینا چاہیے تاکہ پہلے سے منتہائے نگاہ محبت کے خیر مقدم کیلئے دل میں تڑپ رہے اور تصورات کی رو میں منزل وفا کی سختی کا تحمل بھی پہلے سے شامل رہے کو عین وقت پر بد دلی نہ پیدا ہو خیمۂ محبوب تک رسائی آسان نہیں بڑی آبلہ پائیوں اور دشت نوردیوں کے بعد ناقہ و محمل کا نظارا ہوتا ہے۔

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

لین دین خرید و فروخت

جدے میں پہونچتے ہی جا بجا صراف ریال کی ڈھیر لگائے ہوئے ملتے ہیں ہندستان کے نوٹ عرب کے سکوں سے بسہولت بدلے جا سکتے ہیں تبرکات کے خریدنے میں کسی باخبر سے مشورہ مناسب ہے زیتون کا تیل اور روغن بلساں بھی حجاز کی خاص نعمت ہیں لیکن کسی تجربہ کار کی معرفت خریدنا چاہیے۔ ہر دوکان پر اصلی نہیں مل سکتا۔

کیطرف بڑھتے تھے گاہ ممبر اقدس کے قریب حسرت سے ٹھہر جاتے تھے آہ آخری سلام عرض کرکے جب باب مجیدی پر پہونچا ہوں تو اسوقت دور سے آخری نظارا ایسا تڑپا رہا تھا کہ کلیجہ شق ہو رہا تھا پھر ایک بار اسی باب عالی سے بیتاب ہوکر سلام عرض کیا اور آگے بڑھے تو پلٹ کر مقدس میناروں سے حسرت بھری نگاہیں رخصت ہونے لگیں ۔ پھر با چشم نم اصطفا منزل پہنچے رہبر زائرین سید یحییٰ والدیق صاحب سے رخصت ہوئے اور دعائے برکت لیکر لاری کی قیام گاہ پر پہنچے ۔

اسباب لاری میں رکھکر بشدت رنج و غم سے بیٹھ گئے آخر وہ وقت آگیا کہ لاری اپنا فرض ادا کر کے مغرب کے قریب دیار حبیب سے قافلہ کشتگان محبت کا رخصت ہوتا ہے ۔ ترکونی مسجد تک پہونچکر نماز کا وقت آجاتا ہے اور اسی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کیجاتی ہے ۔ مدینہ منورہ کی سرزمین پر یہ آخری نماز تھی اسی جگہ صفر کا چاند دیکھا گیا ۔ نماز کے بعد ہی لاری روانہ ہوجاتی ہے بیر علی تک آثار شہر حبیب نظر آتے رہے اور میں برابر سلام پڑھتا رہا بیر علی سے آگے رات کا اندھیرا بڑھنے لگا شہر پاک بھی دور ہو چکا تھا پھر بھی کچھ دور تک میناروں کی روشنی کا دائرہ نظر آتا رہا اور میں با دل بیتاب و با دیدۂ نم السلام علیک یارسول اللہ چپکے چپکے پڑھتا جاتا تھا یہانتک کہ میناروں کی روشنی بھی چھپ گئی اور دل پر برق غم گر کر رہ گئی ۔

لاری تیسرے دن جدے پہونچ گئی حجاج منزل میں پھر قیام ہوا مولانا محمد

سید علی حکیم صاحب سلمہ اور سید بہاؤالدین ہاشمی مدظلہ العالی رہبر زائرین ہند دونوں بزرگوں نے غیر معمولی اخلاق برتا میرے دل میں ان دونوں بزرگوں کی عزت ہے اور میں ہمیشہ انکا دعاگو رہونگا کہ انکی دلجوئی میرے لئے اکثر تشفی بخش ہوتی رہی۔

پانی سے ایصال ثواب

حرمین شریفین میں ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے مصارف سے نادار حجاج کیلئے پانی کا انتظام کردے جسکے بغیر بعض اوقات حرم شریف میں فرض نمازیں نصیب نہیں ہوتیں ہر نماز کیوقت حسب حیثیت کچھ لوگوں کے لئے اپنی طرف سے پانی کا انتظام کر دے تو حاجی نمازیوں کی دعائیں بھی لے سکتا ہے اور اپنے مرحومین کی روحونکو اس ایصال ثواب سے بہت خوش کر سکتا ہے۔

وطن کی واپسی

وہ مسجد مبارک جسکے صحن و محراب میں آجتک رسول الثقلین کی روحانی آواز گونجتی ہوتی ہے وہاں سے جدائی کا وقت ایک المناک سانحہ ہے زندگی بھر کے حادثے، کتنی جولان موتیں، ساری عمر کی مصیبتونکے احساسات فنا ہوگئے اور گنبد خضرا کا آخری نظارا دل ہلا رہا تھا کہ آہ یہ قبۂ نورانی جو نخل امید کو سر سبز کر رہا تھا اب نظروں سے چھپ جائیگا کبھی باب السلام پر نظر تھی کبھی باب رحمت کو تکتے تھے کبھی باب جبرئیل سے لپٹ جانیکو جی چاہتا تھا گاہ محراب النبی

ہی جونپور کو روانہ ہوجاؤں مگر برادر موصوف کے اصرار سے ایک دن ٹھہرنا پڑا۔
دوسرے دن رات کی ٹرین سے براہ مغل سرائے وطن کو روانہ ہوا۔

بمبئی تک موسم سرما کا کوئی اثر محسوس نہ ہوا ریل پر بھی مسافروں کے ہجوم میں سردی کا اندازہ نہ ہوسکا۔ جس وقت میں سوتا ہوا مغل سرائے پہونچا اور گاڑی بدلنے کیلئے پلیٹ فارم پر اتر کر قلی سے اسباب اتروانے لگا تو شدید سردی محسوس ہوتی جیسے گرم حمام سے سرد حمام میں پہونچ گئے۔ بدن کانپنے لگا اور بہت جلد جونپور کی گاڑی میں داخل ہو کر بستر لگا دیا اور بدن سمیٹ کر دراز ہو گئے نیند آنے ہی کو تھی کہ برادرم مولوی عزیز ربانی سلمہٗ اور میاں رفیع الدین سلمہٗ ابن حضرت مولانا عبدالشکور منظر اسلام مرزاپوری جو مجھے لینے کو آئے تھے ڈھونڈھتے ہوئے اسی ڈبے میں پہونچ گئے جہاں میں دراز تھا ان بھائیوں کی ملاقات کے بعد نیند کا اثر رخصت ہو گیا اور بالآخر ڈھائی گھنٹے کی مسافت ختم ہو گئی جونپور آ گیا محبین مخلصین نے پلیٹ فارم ہی سے مصافحہ و معانقہ شروع کر دیا گھر پہونچتے پہونچتے اچھا خاصا ہجوم ہو گیا زائر یہ محسوس کرنے لگا کہ اس وقت خود اسی کی زیارت ہو رہی ہے۔ محلہ کی تاریخی مسجد جو مسجد شاہ مراد رحم کے نام سے مشہور ہے وہاں پہونچکر دو رکعت نفل ادا کی اس کے بعد گھر میں داخل ہو کر دو رکعت نفل گھر میں بھی ادا کی اور ہائے افسوس کہ اسی نفل پر سفرنامہ بھی تمام ہو گیا۔

صبح دمید و شب گذشت ماہ مبیں بخانہ رفت

جو روانگی کے وقت تھا وہ کہاں حرم کی حاضری آستان رسالت کی خاک بوسی کی داستانیں حسرت سے دہرائی جاتی تھیں اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

غالباً ۲۰ نومبر کو فجر کی نماز جہاز پر بہت رقت و خشوع و خضوع سے ادا ہوئی اکثر حجاج کی آنکھیں نم تھیں اور اس خیال سے دل بے چین ہو رہا تھا کہ آج زائرین حرم ایک دوسرے سے جدا ہو کر منتشر ہو جائینگے حج و زیارت کا مبارک سفر آج بمبئی کے ساحل پر ختم ہو جائیگا۔ آخر یہی ہوا تقریباً ۹ بجے سے پہلے جہاز گودی کے قریب پہونچ گیا۔ ساحل سے لگ جانیکے بعد فوراً ہی ممبران انجمن خدام النبی جہاز پر تشریف لاکر گلے ملنے لگے اور حجاج کو مبارکباد دینے لگے مگر آہ در محبوب سے چھوٹا ہوا دل اس مبارکباد میں کیف نہیں محسوس کر رہا تھا۔ جدائی کا صدمہ مدینے کی یاد شدت سے بیقرار کئے دیتی تھی۔

اللہ کا شکر ہے کہ مجھے گودی پر زیادہ ٹھہرنا نہیں پڑا نہ کسی قسم کی پریشانی کا سامنا ہوا علی جناب میری صاحب کی توجہ سے بہت جلد فراغت حاصل ہوئی موصوف کا ایکبار پھر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں واپسی کے وقت بمبئی میں برادر عم زاد میاں علاؤالدین صاحب کا مہمان ہوا۔ ارادہ تو یہ تھا کہ گودی سے براہ راست ریلوے اسٹیشن پہونچوں اور آج

پی رہے تھے ایکبار بغور مجھے دیکھا اور پہچانکر گرمجوشی سے ملے فرمایا کہ میں نے آپ
کو دیوہ شریف کے مشاعرہ میں دیکھا تھا گفتگو کرتے ہوئے تنہائی میں لے گئے۔
اور بہت ہی رازدارانہ ومخلصانہ انداز میں فرمایا کہ میں آپ کی رقم گم ہو جانیکا ذکر
سن رہا تھا افسوس ہوا اسی لئے تنہائی میں لایا ہوں کہ جتنے روپیونکی ضرورت
ہو بے تکلف مجھ سے مانگ لیجئے۔ مجھے نہایت خوشی ہوگی میں نے انکار کیا
اسکے بعد بھی کئی مرتبہ متعدد دملاقاتوں میں موصوف مصر تھے کہ میں اپنی رقم ان
سے قبول کر دوں جتنی غائب ہوگئی ہے مگر میری غیرت نے گوارا نہ کیا اور آخر
تک انکار کرتا رہا موصوف کی ہمدردی و محبت کے نقوش دلپر ہمیشہ قائم رہیں گے۔
مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی برابر شفقت سے پیش آتے رہے مولوی
عبدالجبار صاحب بھی انسیت کے ساتھ ملتے رہے۔ مولانا عبدالحق مدنی
بیحد مہربان تھے اکثر آپ ہی کے ساتھ جہاز پہ چائے نوشی ہوتی تھی۔
ان حضرات بہار کی یاد بھی ہمیشہ باقی رہیگی جنکا ذکر آگے گذرچکا ہے
رب کعبہ ان تمام مخلصین کے حج کو قبول فرمائے اور انکے صدقے میں نیز بسبرکت
حج وزیارت میری بھی مغفرت ہو اور آمین۔
ذیل میں ہندی کے چند اشعار اور ایک نظم پر سفرنامہ کو ختم کرتا ہوں ہندی کے اشعار
جدہ سے وطن کی واپسی کے وقت موزوں ہوئے۔ اور نظم چند سال پہلے کی ہے مضمون حج دنیا
سے تعلق کی بنا پر اسے بھی پیش کرتا ہوں بقیہ نعت و قصائد وغیرہ حصہ نظم میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

شکریہ

اب آخر میں ہم ان رفیقان کاروان حرم کا شکریہ ادا کرکے ناظرین سے رخصت ہوتے ہیں جنکی اکثر دبیشتر یکجائی یا کبھی کبھی کی ملاقات مجھے اخلاص و محبت کی بنا پر متاثر کرتی رہی۔

حضرت مولانا جمال میاں فرنگی محلی عالیجناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب لکھنوی مولانا بشو میاں بھوپالی مولوی عبدالجبار صاحب اعظمی عالیجناب عبدالقادر صاحب عرف جیلانی میاں سوداگر چکی بارہ بنکی جناب محمد رفیق صاحب سیتاپوری، مولانا عبدالحق مدنی حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی ڈاکٹر عبدالحمید صاحب سے منیٰ کی ملاقات جب یاد آتی ہے تو ایک کیف محسوس ہوتا ہے۔ بشو میاں روانگی اور واپسی میں جہاز پر بھی کرم فرماتے رہے۔ موصوف نہایت ہی خوبیوں کے بزرگ ہیں جیلانی میاں اور جناب رفیق صاحب سیتاپوری سے پہلے کی ملاقات نہ تھی مشاعروں میں مجھے دیکھا تھا سفر حجاز میں بار بار کی ملاقات سے خلوص بڑھتا گیا رفیق صاحب نے بار بار چائے پر طلب کیا اور انکی خواہش تھی کہ میں کھانا انھیں کے ساتھ کھایا کروں مگر میں نے قبول نہیں کیا جیلانی میاں نے بھی کئی بار فرمایا کہ مدینہ منورہ جبتک رہوں کھانا ان کے ساتھ کھاؤں میں نے انسے بھی انکار کیا میں آزاد فتحپوری سے اپنے پچاسی روپیوں کے جیب سے گم ہو جانیکا ذکر کر رہا تھا سامنے جیلانی میاں ہوٹل میں چا

حصہ نظم

جب سے چھوٹی پیا کی نگر یا سکھی
جیسے سونی ہے ساری بجریا سکھی

بولے کاگا تو منتی کروں اور کہوں
پیارے یتیم کی لا دے کھبریا سکھی

جان بیکل ہے تڑپت ہے جیرا مورا
ہائے پھیری کسی نے بجریا سکھی

چندر میں آسمان پر ہے کالا توا
غم کی چھائی ہے کاری بدریا سکھی

ساری رتیاں بہادت ہے آنسو شفیق
یاد کرکے قبا کی نہریا سکھی

خیر مقدم

مبارک در پاک سے آنیوالے
پیام حبیب خدا لانے والے

بقیع مبارک کی روحانیت سے
زہے تا قدم نور بن جانے والے

ادھر آکہ دوں بوسے تیرے قدم کو
سگان حرم سے لپٹ جانے والے

ترے صدقے تیرے بارگاہ نبی میں
سلام گنہگار پہونچانے والے

حرم کی نمازیں وہ تیرے وظیفے
فرشتوں کو بھی وجد میں لانے والے

تری خود فراموشیاں اللہ اللہ
مدینے کے جلووں میں کھو جانیوالے

مبارک ہو بام کھر کے دیوار و در کو
شمیم حبیب سے مہکانیوالے

سلامت رہیں زائران مدینہ
مرے دیدۂ دل کو للچانے والے

چلے آرہے ہیں خراماں خراماں
خدا جانے کیا پا گئے پانے والے

سلام اے مدینے کا نغمہ سنا کر
شفیق پریشاں کو تڑپانے والے

منزل ہے خطرناک تو مغموم نہ ہو تو　　تھامے ہوئے دامان شہ جن و بشر جا

مطلع

بڑھتا ہوا الفت اور جھکائے ہوئے سر جا　　جا تجھکو مبارک ہو مدینے کا سفر جا

جا گنبد خضرا پہ بنا اپنا نشیمن　　ہوتے ہیں اسی دن کیلئے بازو و پر جا

کر درگہ عالی کے قریں نغمہ سرائی　　کب تک نہ اٹھائیگی صبا پردۂ در جا

خود ہی ترس آجائے تجھے دیکھکے انکو　　یوں رہگذر پاک میں تو خاک بسر جا

کیا وادی بطحی میں غم آبلہ پائی　　جبریل بچھا دینگے تری راہ میں پر جا

اک دن رخ روشن سے ہٹا دینگے وہ برقع　　تو پہلے حجابات دو عالم سے گذر جا

کھلنے کو ہے صحرا کی اک ایک قدم پر　　ہوتا ہے وہاں نور خدا پیش نظر جا

جا اور سنا میرا بھی افسانہ پر غم　　میں بھی ترے پیچھے ہوں بس گرد سفر جا

کچھ دنوں سے مدینے کے ذرا داد طلب ہو

اے زخم جگر زخم جگر زخم جگر جا

کدھر جاتا ہے دیوانہ کہاں جاتا ہے سودائی　　نہ میر کارواں کوئی نہ منزل سے شناسائی

چراغاں ہے نہ ساتھی ہے اندھیری سونی رات ہے پیدل　　عدم کا راستہ کا واک منزل اور تنہائی

خدا حافظ نہ رہبر ہے نہ کوئی ہمسفر تیرا　　وہ تاریکی کہ گم ہو جائے خود آنکھوں کی بینائی

تری نازک خرامی آہ کیونکر تاب لائیگی　　تجھے کرنا ہے اب ملک عدم کی جادہ پیمائی

ارے بیمار یہ کس دیس کا رستہ لیا تو نے　　جہاں تیمار داری ہے نہ فکر چارہ فرمائی

قصائد

در مدح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شام آگئی بجھتا ہے کلیسا میں گجر جا
اے میرے پرندے تجھے جانا ہے جا پر جا

یہ دیس تجھے راس نہ آیا مرے پنچھی
جا اور بسا کوئی نئی پریت نگر جا

رہنے دے اندھیری ہے جو اجڑی ہوئی نگری
جا اور بسا نالۂ شب ہجر دسہر جا

جانا ہے بہر حال تجھے جانب منزل
ہنستا ہوا چل راہ کہ با دیدۂ تر جا

بکھری ہوئی زلفوں میں ذرا شانہ تو کر لے
ہاں خاک میں ملتی ہے جوانی تو سنور جا

آ باد خزاں باد خزاں باد خزاں آ
جا اے گل تر اے گل تر اے گل تر جا

وہ تختۂ تابوت پہ جاتا ہے گل نو
جا باد سحر باد سحر باد سحر جا

تجھ سے بھی نشان رہ منزل نہیں ملتا
اے گرد سفر گرد سفر گرد سفر جا

اے دیدۂ تر اور بہا اور بہا اشک
اے زخم جگر اور ابھر اور ابھر جا

میں گھر کو سیہ خانہ بناؤں گا ترے بعد
جا نور نظر نور نظر نور نظر جا

کٹھن اک ہے رستہ مرے نو عمر مسافر
سورج نہ نکل آئے کہیں دیر نہ کر جا

آنسو ہی بہانا مری قسمت میں لکھا تھا
اے لخت جگر لخت جگر لخت جگر جا

ذرہ نہ تری خاک کے تاروں کا گماں ہو
تو چاندنی راتوں کی شعاعوں میں بکھر جا

شبنم پہ بڑا ناز ہے سکان فلک کو
آنکھوں سے لٹاتا ہوا تو لعل و گہر جا

اٹھارہ برس تھا مرے گلشن میں بسیرا
اب سدرہ و طوبیٰ کی ہواؤں میں بکھر جا

اڑا لائے ہیں جہاں دامن کے پرزے تو نے وحشت میں
پکاریگی تجھے برسوں ابھی گلیوں میں تنہائی

مطلع

مرے ساقی تری فرقت میں کیسی بادہ پیمائی
گھٹا اٹھی تو کیا اٹھی بہار آئی تو کیا آئی

نہ سویا شام سے اب تک کوئی ہجر زدہ دیوانہ
ستاروں کو بھی آخر صبح کے دامن میں نیند آئی

ادھر سے ہو کے گل جانا تو کہنا میری جانب سے
مجھے تم اور یاد آئے جو شبستاں سے بہار آئی

محبت کس مقام پر خطرہ میں لائی ہے یارب
نہ انکو خوف بدنامی نہ مجھ کو پاس رسوائی

نکالے جان محفل ہو تو شب جائیگی میں ہو دم
نگاہیں قاتل عالم تو ہونٹوں میں مسیحائی

یہ شیشوں میں جمال آتش مستی کی انگڑائی
(مطلع) سلام اے زہد و تقوی بر تماشا گاہ رسوائی

چہ دعوت میکنم لیے ماہ اقلیم دل آرائی
نہ سرتا پا قدم حسنے بر عنائی و زیبائی

زشمشیر ادا کشتی چہ کشتی زندہ فرمودی
خوشا تیغے کہ در تیغ است اعجاز مسیحائی

زبیماران الفت این چنین کس بیخبر باشد
بجوئے خویش می خوانی نہ سوئے عاشقاں آئی

گریباں چاک گرد آلود دامن ہمہ دو مستی
بیا جاناں کہ می نازم بصد سامان رسوائی

صباحت آفریں ہے تیرے غم خانے کی تاریکی
شب ہجراں نے پائی ہے ترے گیسو کی رعنائی

مرے کیوں یاس سے تعبیر دنیا میری آہوں کو
کہ میرے آنسوؤں میں زندگی لیتی ہے انگڑائی

مطلع

مبارک اے جنوں پھر رات بھر کی نیند تنہائی
ہوائے شام کی موجیں پھر زنجیر لہرائی

کسی تدبیر سے نابود آئی تھی شکیبائی
کہ پھر عہد محبت کی کہانی دل نے دہرائی

تجھے تو نیند بھی مشکل سے تنہائی میں آتی تھی　　یہ نامانوس یہ انجان بستی کیوں پسند آئی

اداسی کا سماں، غربت کا عالم شام جنگل کی　　یہ وحشت کی جگہ یہ قبر کی بے نور تنہائی

یہ خاموشی یہ ویرانہ یہ تیرا بے خبر سونا　　ابھی پہلی ہی منزل تھی مسافر تجھکو نیند آئی

نہیں ہوتے در و دیوار گھر میں یہ وہ بستی ہے　　چراغاں کا طریقہ ہے نہ رسم خانہ آرائی

بڑا دستور ہے پردے کا بھی شہر خموشاں میں　　کہ سوتے بیخبر لیکن نقاب رخ نہ سرکائی

یہاں شیریں پہ رحم آتا نہ لیلیٰ پر ترس آئے　　غبار آلود ہو جاتی ہے معشوقوں کی رعنائی

نہ گھبرانا تو شان کریمی سے توقع رکھو　　کہ اکثر غیب سے ہوتا ہے سامان شب آرائی

شفیع المذنبیں پر تونے بھیجا ہے درود اکثر　　مدینے کی ہوا لیتی ہوئی آئیگی انگڑائی

صلاح الدین تجھ کو قبر میں لطف پیمبر سے　　نظر آئیگی تا حد نظر جنت کی رعنائی

قصیدہ بارگاہ مصطفےٰ میں پیش کرتا ہوں　　تری بخشش کا مژدہ ہے مرا انعام گویائی

مطلع

[illegible] تکلیف دیتی تھی جسکی نالہ فرسائی　　چلو دیکھو اسی بیمار کی خاموش گویائی

[illegible] گھبرا گئے تھے تم صدائے آہ و زاری سے　　ہمیشہ کیلئے اب سو رہی ہے ناشکیبائی

[illegible] سو رہا ہے نعش دیوانے کی اٹھتی ہے　　جنازہ آگے آگے پیچھے پیچھے شام تنہائی

[illegible] چپ ہے گلی سنسان چلمن سسکتی ہے　　چلا ہے لیکے سارے گھر کی رونق کوئی سودائی

[illegible] کے ہمراہ یہ کہتے ہوئے آنا　　کہاں جاتے ہو ہم کو دیکے اپنا داغ تنہائی

[illegible] وہ خوابگاہ کو تنے جانا نہ　　چمن کے سونے والے تجھکو ویرانے میں نیند آئی

یہی کہہ کہہ کے ساری رات رو دیا کوئی سودائی
تمہیں گھر میں نہیں ہو چاندنی آئی تو کیا آئی

نہ بھولی ہے نہ بھولے گی شب فرقت کی تنہائی
مری مایوسیوں پر بے کسی روتی ہوئی آئی

پریشاں زلف، آنکھوں میں نمی، آواز بھرائی
قیامت ڈھا رہی ہے آج کی برباد رعنائی

تماشائے جنوں ہے اور تم میرے تماشائی
تو بدنامی ہے بدنامی نہ رسوائی ہے رسوائی

تمہیں کہہ دو کچھ ایسے وقت کی تدبیر ممکن ہے
کہ جب رونے کا موقع ہو نہ ممکن ہو شکیبائی

ملامت سے جگائے ہو مرے احساس کو لیکن
ہوا دیتے ہو دامن سے تو سو جاتی ہے رسوائی

ہمارے غمکدے کا ذکر چھوڑو سوچ تو یہ ہی
تمہاری رہگذر میں بھی نہ پہلی سی بہار آئی

تقاضائے چمن کلیاں تو ٹوٹی ہیں باغ ہستی
ہزاروں پھول مرجھائے کسی کو بھی نہ موت آئی

اکیلا ہوں مگر آباد کر دیتا ہوں ویرانہ
بہت روئے گی میرے بعد میری شام تنہائی

نصیب دشمناں آخر تمہیں کس بات کا غم ہے
کہ ہونٹوں پر تبسم ہے مگر صورت سے مرجھائی

ہے آوارہ گر دی بیباکی ناز محبت کی
کہ رسوائی ہے لیکن کس قدر شائستہ رسوائی

تمہارے موجب سے کیا ویراں ہے دنیا نظاروں کی
کہ محفل ہے مگر محسوس کرتا ہوں میں تنہائی

بہت لفظ تکلم پر زباں کو ناز تھا لیکن
قیامت کر گئی اشکوں کی نامحسوس گویائی

کسی خلوت نشیں کے راز کو پوشیدہ رکھنا تھا
خدا سمجھے گا تجھ سے اے فغان ناشکیبائی

سوا ہیں حسن کی پابندیوں سے عشق کی قیدیں
جوانی کی حیا، پردے کی غیرت، شرم رسوائی

مری مایوسیوں سے کم نہیں ہے انکی مجبوری
یہاں آزاد ویرانے وہاں محدود تنہائی

ادھر دل تھا مگر دل میں تو ہو کچھ بار غم ہلکا
ادھر دامن پہ آکے آنسو ٹپک جائے تو رسوائی

وہ اطمینان کے سجدے وہ سجدے کوئے دلبر میں الفا وہ باد صبح کے جھونکے وہ جنبش پردۂ در میں

گریباں چاک، منہ پہ گرد تلوؤں سے لہو جاری — وہ ساری رات رسوائی کے آنسو دیدۂ تر میں

کبھی چلمن کو جنباں دیکھ کر نغمہ سرا ہونا — غبار آستاں ملنا کبھی پیشانی و سر میں

زہے جلوہ کہ سورج کی کرن ہر تار چلمن کا — فضا ڈوبی ہوئی گویا جمال روئے انور میں

وہ خنکی رات کی وہ رہگذر میں نور کا عالم — نہا کر آرہی ہو چاندنی تسنیم و کوثر میں

ابھی تک یاد ہے وہ رات اور اس رات کی خوشبو — جو بسکر آئی تھی لیلیٰ کے گیسوئے معطر میں

در محبوب کے ذروں نے رکھ لی آبرو غم کی — چلی تھی شام غربت جستجوئے ماہ و اختر میں

مطلع

الٰہی کس سے پوچھوں دادِ غربت کہ جب چکر میں — کہ میرے بعد کون آیا مرے اجڑے ہوئے گھر میں

عزیز شوریدہ حالی پر الٰہی شرمندگی کیوں ہے — وہ میرے سامنے آیا جو لکھا تھا مقدر میں

ہٹو اے چارہ سازو مجھ کو میرے حال پر چھوڑو — کہیں تم بھی نہ آجاؤ مری قسمت کے چکر میں

ہجوم غم سے گھبرا کر اجل کو یاد کرتا ہوں — دل غمگیں جو مر کر بھی نہ راحت ہو مقدر میں

کسی نے وعدۂ دیدار ٹالا ہے قیامت پر — تو جی بہلا رہا ہوں انتظار روز محشر میں

مذاق وقت بدلے عشق کے تیور نہ بدلیں گے — دل اپنی گردشوں میں ہے زمانہ اپنے چکر میں

گلی میں آگیا تھا سر کو ٹکراتا ہوا کوئی — کچھ اب تک خون کی چھینٹیں ہیں انکے پردۂ در میں

مطلع

نظر بہکی ہوئی سی ہوش گم دل ایک چکر میں — ترے کوچے میں ہم آئے ہیں یا میدان محشر میں

پرستاران وحدت اور عالم کس مپرسی کا — مشیت کی نگاہیں اور غیروں سے شناسائی

ہمیں اقرار عصیاں ہے اگر مٹ جائینگے جس دن — رہا ئیگی بہت اسلام کو غربت کی تنہائی

ابھی تو چاہیں فرشتوں کی اتر آئیں جو تو کہدے — کہ اب تو ہم سے بھی نہیں جاتی مسلمانوں کی رسوائی

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما — دعائے امت عاصی ہے محروم پذیرائی

یہ دیکھا ہے کہ تیری رحمت اللعالمینی سے — دل افگاروں کے چہروں پر مسرت کی جھلک آئی

ترے باب کرم سے نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں — ترے دربار میں ہوتی ہے مجبوروں کی شنوائی

جہاں تھا قہر غضب کی بے نیازی کار فرما تھی — وہاں رحمت کے پہلو میں شفاعت نے جگہ پائی

زمیں پر چلنے والی لاش تھا اس دور کا انساں — دکھا جا آئے پھر دنیا کو اعجاز مسیحائی

تری تہذیب کا احسان ہے اقوام عالم پر — کہ تو نے قالب انسانیت میں روح دوڑائی

شکستوں پہ شکستیں دے چکی ہے تیری درویشی — اٹھیگی کیا شہنشاہی ترے قدموں کی ٹھکرائی

ہجوم دنیا کے سوا دربار میں کیا ہے — کہ ہیبت سے جھک جاتی ہے آقاؤں کی آقائی

ترے خدام تیرا نام لیکر جس طرف ہو لیتے — فلک دہشت سے کانپ اٹھا زمیں ہیبت سے تھرائی

جوانان حرم کو پھر وہی اگلی بصیرت دے — بجھا دے اپنی خاک پاک سے آنکھوں کی بینائی

عطا کر دختران قوم کو بھی جوش حق گوئی — کہ جیسے شام کے دربار میں زینب کی گویائی

دے مردان امت کو نظر شبیر و شبر کی — تو مستورات کو خیر النساء کی شان دانائی

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر کا تدبر دے — مسلمانان عالم ہوں تری وحدت کے شیدائی

شفیق زار تیری مدح کے قابل کہاں لیکن — یہ قسمت تھی کہ مداحوں کی محفل میں جگہ پائی

مرے ساقی کا انداز خرامی پوچھتے کیا ہو
قیامت بھی ہے قدموں میں مسیحائی بھی ٹھوکر میں

پیام زندگی ہے آمد آمد میرے ساقی کی
کہ کوثر جسکی آنکھوں میں ہے جنت جسکے ساغر میں

عجب اٹکھیلیاں ہیں نکہت گیسوئے ساقی کی
کبھی یوسف کے دامن میں کبھی مریم کی چادر میں

مطلع

شراب شیشۂ تطہیر ہے ساقی کے ساغر میں
یہ وہ مے ہے کہ اکثر بٹ گئی اللہ کے گھر میں

وہ مے ہے کہ جسمیں زندگی کی روح رقصاں ہے
یہ مے تقسیم ہوتی ہے نبی زادوں کے ساغر میں

یہی وہ مے ہے جو پاکیزگی پہ ناز کرتی ہے
یہ مے کھنچی گئی ہے احمد مختار کے گھر میں

جھلکتی ہے شہیدان حنین و بدر کی سرخی
وہ سرشاری نہ پوچھو خم سے جب آئی ہے ساغر میں

پیا اک گھونٹ تو پھر عالم بالا کی سیر میں ہوں
اسی مے سے ستی پرواز ہے جبریل کے پر میں

اسی مے کا نشہ ہے نمازیان دین و ملت کو
اسی مے کا طبق اترا ہے باب العلم کے گھر میں

اسی پر کیف مے کا آج بھی فیضان ہے لیکن
بہار دور اول تھی صحابہ کے مقدر میں

ترانوں کو بنایا ہے رجز اس مے کے مستوں نے
جو گونجی ہے عراق و نہروان و جنگ خیبر میں

بنے ہیں کربلا کی خاک سے اس مے کے پیمانے
یہ مے چھائی گئی ہے دامن آل پیمبر میں

مرے عصیاں کے دھبے دھل گئے اس مے کے چھینٹوں سے
جو قطرہ ہے وہ اک تارا ہے گویا دامن تر میں

اسی کے جوش مستی میں لب تسنیم جا پہونچے
نہیں تو نام لکھا تھا گنہگاروں کے دفتر میں

کھڑے تھے فاصلے پر ہم صف ابرار سے لیکن
شفاعت نے بلایا سایۂ دامان اطہر میں

سیہ کاروں کی غفلت کا گلا سنکر وہ کہدینگے
یہ سو جاتے تھے میرے سایۂ زلف پیمبر میں

جوانی نے بہت چھیڑا بہار خود نمائی کو
حیا نے دی نہ شوخی کو جگہ چشم فسونگر میں

نگاہیں سوئے در ناگاہ انکا بے نقاب آنا
وہی اک رات قسمت سے ملی تھی زندگی بھر میں

تڑپ جاتے ہیں میری بیقراری دیکھنے والے
کسی نے بجلیاں بھر دی ہیں گویا قلب مضطر میں

شب غم میں یکسر جاگ کر ہی صبح کرنا ہے
تو یا رب ایک ایسی بھی سحر لکھ دے مقدر میں

سلام شوق ہو اور آخری آہ سحرگاہی
حیات جاودانی ہو انھیں قدموں کی ٹھوکر میں

سگان کوئے جاناں روندتے ہوں میری میت کو
غبار رہگذر اٹھکر چھپالے اپنی چادر میں

مطلع

چھپے جاتے ہیں جب طاقوں پہ گلدستے کسی گھر میں
بہت روتا ہوں میں باد صبا یاد گل تر میں

مناؤ جشن عشرت میرے پھولوں کی تباہی پر
مسل ڈالا تو اب ماتم ہے کیوں سارے چمن بھر میں

ہمارے ہی ترانوں سے بڑھی گلزار کی رونق
ہمارا ہی نشیمن ہے نگاہ برق و صرصر میں

مطلع

ترانوں کی ہوا منظور ہے صیاد کے گھر میں
وگرنہ طاقت پرواز باقی ہے ابھی پر میں

وہی ہے زندگی جو سانس لے ماحول محشر میں
کبھی طوفاں کی دھن ہو کبھی ساحل کے چکر میں

ذرا اے محتسب ہم میکشوں سے دور ہی رہنا
تلاطم ہے جو کروٹ لے رہا ہے اپنے ساغر میں

زمانہ کیا ڈراتا ہے مجھے گرداب و طوفاں سے
مری کشتی اگر ڈوبے تو ابھرے حوض کوثر میں

کوئی کیا درہم و برہم کریگا بزم ساقی کو
ہزاروں میکدے ہیں اک نگاہ روح پرور میں

پھر اسکو کیا شکست شیشہ و پیمانہ کا ڈر ہو
جو پیتا ہو کسی کی نرگسی آنکھوں کے ساغر میں

خوشا تقدیر میں پامال ہوں زیرِ قدم انکے — مری شہ رگ کا ڈورا ہو شراکِ نعلِ اطہر میں

جھکی ہے انکی زلفِ پاک یوں رخسارِ تاباں پر — کہ جیسے شب کی شہزادی ہو سجدے صبحِ محشر میں

ادائے رحمۃ للعالمینی بھی ہے ہیبت بھی — لبوں پر مسکراہٹ ہے خدا کا قہر تیور میں

خدا کی شان قدموں پر کلاہ قیصر و کسریٰ — دو عالم کی حکومت کالی کملی کے مقدر میں

شہنشاہ دو عالم ہیں مگر یہ سادگی دیکھو — کہ اکثر نیند آجاتی ہے فرش درونکے چھپر میں

انھیں سے تو ہوا ہے افتتاح نظم الشانی — انھیں کے حکم سے بدلے گئے سرنامے دفتر میں

اٹھے جس وقت خواب ناز سے آنکھوں نے کیا دیکھا — کھجوروں کی چٹائی کا نشاں ہے پشتِ اطہر میں

دعائیں دے رہے ہیں فاطمہ زہرا کو فاقوں پر — نواسہ بھوک سے بیتاب ہے آغوشِ دختر میں

دیا ہے شاہزادوں کو سبق الفقر فخری کا — نہیں تو کھیلتے زہرا کے بیٹے لعل و گوہر میں

ملا جو بھیک میں نادار اسکی جھولیاں بھر دیں — نہ اپنے ہیں نہ بیگانے نگاہِ فیض گستر میں

تڑپ جائیگی غیرت جذبۂ امت نوازی کی — شفاعت کا بھروسہ کام آجائیگا محشر میں

مساوات و اخوت سے کیا آگاہ دنیا کو — مٹا ڈالی بنائے قیصریت ایک ٹھوکر میں

دیا توحید پر خطبہ تو بت پڑھنے لگے کلمہ — وہ گویائی ہے میرے مفتی ہر چار دفتر میں

الٰہی پھر اسی آواز سے روحوں کو زندہ کر — کہ نصرت سر کے بل آئے مسلمانوں کے لشکر میں

انھیں کی دھن میں جینا ہو انھیں کی یاد میں مرنا — انھیں کے گیسوئے خمدار کا سودا رہے سر میں

تمنا کے بعد بھی حسرت ہو دامن سے لپٹنے کی — بگولوں کی طرح پھرتی ہو اپنی خاک چکر میں

نہ جائے اشتیاقِ دید یا رب بعد مردن بھی — ہماری پتلیاں تڑپیں انھیں کے روضۂ در میں

وہ منہ سے رب ھب لی امتی کہتے ہوئے سجدہ — خدا شاہد کہ پہلی صبح تھی آغوش مادر میں

مطلع

تھا کعبے سے باغباں باغ اسرائیل چکر میں — بہار آئی تو آئی آمنہ خاتون کے گھر میں
گرے کعبے کی دیواروں سے جھک کر شکر کے سجدے — نظر آئینگے اب لات و ہبل قدموں کی ٹھوکر میں
حکومت ہو رہی ہے ختم معبودان باطل کی — بس اب اللہ ہی اللہ ہے اللہ کے گھر میں
فلک سے کہہ رہی ہے روشنی صبح ولادت کی — مرا کاجل لگا دے دیدۂ ناہید و اختر میں
مٹینگے شرک کے آثار باطل سرنگوں ہوگا — جلال کبریائی ہے حرم کے پاک منظر میں
چلا دن بھی نہا کر جھلملی سورج کی کرنوں کی — سنا تھا رات تاروں کا طبق لائی چھپا در میں
پرندے باغ جنت کے طواف خانہ کرتے ہیں — کھلا وہ پھول عبد اللہ کے قصر معطر میں
ستارے آسماں کے جھک رہے ہیں خاکبوسی کو — مبارکبادیاں گاتی ہیں حوریں بیت اطہر میں
عرب سے دور کر دی قحط سالی کی بلا حق نے — اٹھا رحمت کا بادل آمد ساقی کوثر میں
بہار آگئی ہے شادابی ہجوم روئے گیتی کی — کہ جیسے سو رہے ملبوس ہوں رحمت کی چادر میں
نہ ہے دوشیزگان وادی و کہسار کا عالم — کہ حوریں جا بجا آراستہ جنت کے زیور میں
اتر آئے ہیں کیسے ہیں فرشتے عرش اعلیٰ سے — قیامت کی کشش ہے نعرۂ اللہ اکبر میں

مطلع

لکھوں وہ مطلع روشن خیال آئے جو مصرعے میں — دبیر آسماں لکھے بیاض صبح محشر میں
ہمیں کو شوق دربانی نہیں دربار اطہر میں — خدا ہی جانے کتنی عرضیاں آئی ہیں دفتر میں

سارا گلزار تری زلف کا سودائی ہے — فصل گل نے ترے دامن کی ہوا کھائی ہے

کیوں نہ ہو دل تری عیسیٰ نفسی کا قائل — زر دیا کر بھی حیات ابدی پائی ہے

گو خطا کار سہی پھر بھی ہوں مومن شاہا — تیرے دربار میں عیزر کی بھی شنوائی ہے

مردہ روحوں کو جلانا تجھے دشوار نہیں — کہ ترے پاؤں کی ٹھوکر میں مسیحائی ہے

شہسوار عرب - بادشہ بدر و حنین — آ فلسطین میں پھر معرکہ آرائی ہے

آہ اس قبلۂ اول کو بھلاؤں کیونکر — جس میں تیری شب معراج کی رعنائی ہے

جس کے ہر روزن دیوار میں اے صلی علیٰ — دیدۂ حضرت یعقوب کی بینائی ہے

گائے جاتے تھے جہاں روح امیں کے نغمے — اب اسی باغ میں جو شاخ ہے مرجھائی ہے

آج وہ قوم ہے رسوائے زمانہ صد حیف — جس نے ہر سو ترے محفل میں جگہ پائی ہے

کیوں تباہی کا ہے ساماں اسی امت کیلئے — تیری کہلائیگی جو تیری ہی کہلائی ہے

مسجدیں روتی ہیں گریاں ہیں عبادتگاہیں — وقت پر خوف ہے اسلام کی تنہائی ہے

وطنیت کی پرستش کا وہ عالم ہے کہ آج — شیخ کو بھی اسی بت خانے میں نیند آئی ہے

بجلیاں کوندرہی ہیں مرے گلزار و پر — ایک ادبار کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے خانہ

پھر بھی تو دیکھ ذرا عزم مسلسل میرا — بیکسی میں بھی وہی جوش صف آرائی ہے نا

مفتی شہر فلسطین کی تلوار کو دیکھ — جس کی گردش ترے فاروق کی انگڑائی ہے

تجھ پہ وہ ناز ہے کہتا ہوا جاتا ہو میں — دل نہ گھبرا کہ مدینے سے کمک آتی ہے

علم جعفر طیار ہے پر چم اپنا — بازؤں میں شہ مرداں کی توانائی ہے

شفیق ہند سا پاپی بھلا بخشش کے قابل تھا
مگر بعید کریمی ہے مزاج بندہ پروری میں

اے مرے ذوقِ وفا کیوں تجھے نیند آئی ہے
کہ نہ معبود ہے نہ وہ ذوقِ جبیں سائی ہے

آہ یہ کس کے تغافل کا ستم ہے یا رب
نگہِ شوق بھی محرومِ شناسائی ہے

نہ اٹھی جادۂ گہ ناز سے چلمن نہ اٹھی
جا کے سو بار نظر پردے سے ٹکرائی ہے

عالمِ بیکسی و یادِ جمالِ محبوب
چاندنی رات کی آغوش میں تنہائی ہے

اب نسیمِ سحری لاکھ سلانا چاہے
نیند آئے گی نہ دیوانے کو نیند آئی ہے

آخر اس روٹھنے والے کو ترس آ ہی گیا
آج مایوسیِ غم وقت پہ کام آئی ہے

اب تو کچھ اور ہیں اے چاند شعاعیں تیری
ہر کرن قامتِ محبوب کی انگڑائی ہے

تیرگی ہجر میں بھی آ نہ سکی بالیں پر
وہی تصویر چراغِ شبِ تنہائی ہے

دل کی اجڑی ہوئی منزل کا مقدر دیکھو
کہ دلہن بن کے مدینے سے بہار آئی ہے

شجرِ یاس کو سرسبز نہ ہونے دیں گے
عشق نے گنبدِ خضرا کی قسم کھائی ہے

مدتوں ایک ہوا خون پسینہ اپنا
تب کہیں جا کے گلستاں میں بہار آئی ہے

سنتے ہیں میرے عقیدے کو رسولِ عربی
اک گنہگار کی کیا حوصلہ افزائی ہے

دردِ دل عرض کرو شیوۂ آداب کے ساتھ
کہ درِ پاک پہ امیدِ پذیرائی ہے

مقطع

کیوں مٹ گئی خودداری کیوں دیکھتے رہتے ہو — غیروں کے تصرف میں اسلام کا کاشانا
پھر نیر عظمت ہو اندلس کا ہر اک ذرہ — غرناطہ کے کھنڈر دیکھیں گو بنجا ہی اک افسانا
اے دین کے دیوانو ملت کے نگہبانو — پھر چاہو تو ممکن ہے قسمت کا بدل جانا

مطلع

وہ گھوڑوں کا دوڑانا تلواروں کا چمکانا — پل توڑ کے دریا سے فوجوں کا گذر جانا
پوچھو دل اعدا سے احرار کی طاقت کو — مرکب سے گرا دینا پھر سینے پہ چڑھ جانا
افریقہ کے جنگل میں پیغام دیا جس نے — وہ نعرۂ آزادی اے دوست سنا جانا
ہے وقت کہ جاگ اٹھے سلطان صلاح الدین — کیوں قبلۂ اولیٰ میں تعمیر ہو بت خانا
اسلام کے مالی کا اس وقت یہ عالم ہے — گلزار میں رہ کر بھی گلزار سے بیگانا
بکھرا ہوا شیرازہ بے دبدبہ و طاقت — تاریکی ہی تاریکی ویرانہ ہی ویرانا
اے شاہ امم آجا تیری ہی ضرورت ہے — دنیا تو غریبوں کا سنتی نہیں افسانا

مطلع

اے صل علیٰ تیرا از راہ کرم آنا — فردوس کو شرما دے امت کا سیہ خانہ
تیرے ہی تصور سے ہوتا ہے سکون دل — کب تجھ پہ چھپا ہوگا تنہائی کا گھبرانا
چلتی ہے صبا جس دم کہتا ہے دل پر غم — طیبہ کے مکینوں کا کچھ حال سنا جانا
حجاج پلٹتے ہیں جس وقت مدینے سے — میں انکی نگاہوں سے سنتا ہوں اک افسانا
وہ کوہ مفرح سے اک عالم بیتابی — وہ دور سے روضے کے گنبد کا نظر آنا

تیرا اقبال تو وہ ہے کہ حمایت کے لئے — عرش سے فوج فرشتوں کی اتر آئی ہے
ہوں گنہ گار سیہ کار خطا کار دلے — آج بھی روح ترے دین کی شیدائی ہے

ایک ناقابل انکار حقیقت ہے یہ
کہ شفیق آپ کا دیوانہ ہے سودائی ہے

بے سود ہے اب غم کی روداد کا دہرانا — دیکھا ہی نہیں جاناں آنکھوں کا شرمانا
گر ان کی شبستاں میں لے باد سحر جانا — کہنا کہ جدائی سے بیتاب ہے دیوانہ
داغ جگر و دل پر سو لاکھ چمن صدقے — کب مجھکو گوارا ہے ان پھولوں کا مرجھانا
بخشی ہے محبت نے کیا نعمت لافانی — ہر درد میں خوش رہنا ہر غم میں مزہ پانا
ناکامی و حرماں بھی اک ذوق فراواں بھی — جانا در جاناں تک پھر جا کے پلٹ آنا
ہنسنے کی جگہ رونا رونے کی جگہ ہنسنا — دیوانے کا کیا کہنا دیوانہ تو دیوانہ
بیمار کی بالیں پر ان کا بھی یہ عالم ہے — با دیدۂ تر آنا با دیدۂ تر جانا
اے لحن تغزل تو اب لطف نہیں دیتا — اجڑی ہی ہوئی محفل ہے ساقی ہے نہ پیمانا
حالات کچھ ایسے ہیں کہتی ہے فضا مجھسے — ملت کی کہانی ہو یا قوم کا افسانا

مطلع

دل تھی ہی کتنا اندیشے یہ برق کا لہرانا — طارق کو صدا دینا خالد کو بلا لانا
ہاشمیو جاگو ملت کی صدا یہ ہے — اب شمع کرے روشن خود شمع کا پروانا
جب تک نہ گذرتے تھی ساقی نہیں بے کیفی — ٹوٹا تھا مگر کشش میں کس رند کا پیمانا

دکھا نہ دو چاندنی میں جا منزلی کی بہار اپنی
سرد انجم بھی کر ڈالیں قبائیں تار تار اپنی

ہمارے دور رو رو کر کھو گئے ہم نشینو سے
ہمیں بھی ہو رہی ہے زندگی اب ناگوار اپنی

دم بے چینی میں بھی لذت نہ بے خوابی میں بھی راحت
ہمیں پھر کاش مل جاتی وہ شام انتظار اپنی

ابھی تو آشیانے کو ہے خطرہ برق دھر کا
جئیں گے موسم گل تک تو دیکھینگے بہار اپنی

سزا کا خوف ہی جاتا رہا شوق حضوری میں
اسی حسرت میں ہیں مجرم کہ کب ہوگی پکار اپنی

وہ آئیں یا نہ آئیں سامنے یہ ذوق کیا کم ہے
کہ پردوں ہی سے کھیلے گی نگاہ انتظار اپنی

نہ آئے برق لے کر کہہ دو غضب کا دل جلا ہوں میں
ہزار آتشکدے اور ایک آہ شعلہ بار اپنی

قلندر نے بتایا ہے یہی مفہوم عبدیت
کہ دل خود صید ہو لیکن نظر یزداں شکار اپنی

پھر ایسی گردش شام و سحر میں زندگی کب تک
نہ بوئے زلف یار اپنی نہ صبح روئے یار اپنی

ثریا بھی ہے نور ماہ بھی امید بھی لیکن
نظر آتی ہے محفل شام ہی سے سوگوار اپنی

بلا کا روپ ہے اے آسماں اس بزم غم پہ بھی
لٹا دے میری شام نامرادی پہ بہار اپنی

خوشی میں بھی مجھے اے دوستو ہنستے نہ دیکھو گے
نجانے کیوں رہا کرتی ہیں آنکھیں اشکبار اپنی

فلک اس پھول پہ شبنم تو کیا سارا جہاں رو دے
چمن میں جسنے دو دن بھی نہ دیکھی ہو بہار اپنی

اندھیری رات ہو برسات ہو پانی برستا ہو
اکیلا گھر ہو اور آنکھیں ہوں ابر نو بہار اپنی

یہ صورت دیکھنے والے ہماری قدر کیا جانیں
نہ ہونگے ہم زمانے میں تو پھر ہوگی پکار اپنی

سحر ہونے سے پہلے اپنا بستر باندھ دو سارے
تجھے جانیکی جلدی ہے تو جا منزل سنوار اپنی

لباس تازہ، عطر حنا لعزا، کافور کی خوشبو
یہ کاندھو پر جنازہ ہے کہ جاتی ہے بہار اپنی

اے کاش کہیں ملتے خدام در عالی — حقا کہ سعادت تھی قدموں سے لپٹ جانا

اے بادشہ طیبہ تو رحمت عالم ہے — سب سے بڑی نعمت ہے دنیا میں ترا آنا

گمراہ تھیں سب قومیں لیکن ترے آنے سے — اللہ کے بندوں نے اللہ کو پہچانا

تیری ہی صداقت سے زندہ ہے خدا ترسی — تہذیب نے سیکھا ہے ہر سانچے میں ڈھلجانا

اس قوم سے سر جسکا بتخانوں میں جھکتا تھا — اک کار نمایاں ہے توحید کا منوانا

بحرین کی دولت تھی قدموں پہ ترے لیکن — تجھکو تو دکھانا تھا سرمایے کا ٹھکرانا

احساس شرافت کیوں رکھے نہ شفیق آخر
خدام کا خادم ہے دیوانوں کا دیوانا

جنوں میں پاسباں تھی خود نسیم کوئے یار اپنی — جہاں چادر بچھا کر سو رہے دیوانہ وار اپنی

طلب یکاش ہوتی حسب عمر مستعار اپنی — تمنائیں ہزاروں اور زندگی نا پائدار اپنی

دکھا دے تو بھی طاقت اے جنون پختہ کار اپنی — زمانہ بھول جائے گردش لیل و نہار اپنی

ترنم بن کے ہوتی ہے صدا سینوں کے پار اپنی — اسی سانچے میں ڈھلتی جائیگی دل کی پکار اپنی

بنا ہے طوفان غم ہے اور چشم اشکبار اپنی — تمہیں کو اے چمن والو مبارک ہو بہار اپنی

تجھے اللہ خوش رکھے جو تو ہے غمگسار اپنی — بسر کرلیں گے تنہائی میں بھی اے یاد یار اپنی

وداع ہوے گل وہ آخری صبح بہار اپنی — گلے مل مل کے روئی ہے تمنا زار زار اپنی

ادائیں دیکھتے ہیں آئینے میں بار بار اپنی — حریم ناز میں وہ آپ لوٹیں گے بہار اپنی

پھر اپنے بعد کیا ہوگی ہوائے سوزگار اپنی — جب اپنی زندگی میں بجھ گئی شمع مزار اپنی

مطلع

گل باغ خلیل آپکے ہے فصل بہار اپنی
مخالف ہیں چمن والے ہوا ناسازگار اپنی

نہیں آتا کوئی جھونکا بھی اپنے آشیانے تک
گذر جاتی ہے ایسے فصل گل بیگانہ وار اپنی

اٹھو اے امت کے حامی کہ زد ہمکاتا ہی مسلم کو
علی کو حکم دے آجائیں لیکر ذوالفقار اپنی

خوشا وقتیکہ ہم کو پوچھتا آپکا محشر میں
جسے خود ڈھونڈھتی ہو گی نگاہ بیقرار اپنی

وہی ہیں وادی محبوب میں سائے ببولوں کے
بھلا بیٹھے ہیں تلوے خود تلاش نوک خار اپنی

ہمیں کرنا ہے شاہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئے تو رحمت پروردگار اپنی

بنیگی گرمی خورشید خنکی باغ خلت کی
وہ صبحدم لیکے آئینگے نسیم خوشگوار اپنی

مبارک عاصیوں کو شامیانہ ابر رحمت کا
ہزاروں آرزوئیں انکے دامن پر نثار اپنی

لوائے حمد پر دیکھا آپکا شان کریمی کو
شفاعت داد چاہیگی حضور کردگار اپنی

تحیر ہوگا اوج بندگی پر عرش حق کو بھی
جھکا دیگا جو پیشانی عرب کا تاجدار اپنی

وہ عالم ہوگا اٹھینگے زمیں پر عرش کے تارے
جو وہ لیجائیں گے سجدے میں چشم اشکبار اپنی

صدا آئیگی جوش آجائیگا دریائے رحمت میں
جبین پاک اٹھائے سید عالی تبار اپنی

لٹائے جائینگے بخشش کے موتی عرش اعظم سے
اٹھائیں گے وہ سجدے سے جبین پر وقار اپنی

جدھر جائینگے وہ جبرئیل اپنا پر بچھا دینگے
ضیا پھیلائیگا ہر سو جمال آشکار اپنی

سیہ کاروں میں غل ہوگا اغثنی یا محمد کا
وہ بکھرائے ہوئے آئینگے زلف مشکبار اپنی

بصد تعظیم کھولے جائینگے جنت کے دروازے
وہ امت لیکے پہونچیں گے قطار اندر قطار اپنی

دعائیں بھی مری اس خوابگاہ ناز تک جائیں — جہاں پوری کریگا نیند میرا شہسوار اپنی
ستم ہے اے کلی کھلتے ہی کھلتے تیرا مرجھانا — جوانی موت کی آغوش میں لائی بہار اپنی
مرے غنچے تجھے گلچیں نے توڑا وقت سے پہلے — تمنا تھی کہ تو گلشن میں ہوتا یادگار اپنی
ہم اپنے آنسوؤں سے نم کرینگے تیری مٹی کو — اٹھیگی ابکی ساون میں گھٹا مستانہ وار اپنی
چلی آندھی تو آندھی سے شکایت کیا گلا یہ ہے — کہ مالی دیکھتا ہو اور لٹ جائے بہار اپنی
اسے کیا کہہ رہا ہوں مجھکو کیا حق ہے شکایت کا — امانت تو نے لے لی پھول کے پروردگار اپنی
مگر تیری امانت کسکو پیاری ہو نہیں سکتی — تری نسبت پہ یارب لاکھ جانیں ہوں نثار اپنی
مرے الفاظ کی تلخی دلیل ناز رحمت ہے — کرم سے داد لیتی ہے شوخی بار بار اپنی
خوشی کیسی، الم کیا، خوگر صبر و رضا ہو جا — دل دیوانہ پھر منزل ہے بے گرد و غبار اپنی
سلام شوق کہنا اے پیامی اور یہ کہنا — ہزاروں آفتیں ہیں ایک جان بیقرار اپنی
انھیں کا ذکر کر ہمدم انھیں کا نام لے ہمدم — انھیں کے تذکرے سے جاگ اٹھیگی جان زار اپنی
انھیں کا آستانہ مرکز امید ہے اپنا — انھیں کا سنگ در ہو اور شام انتظار اپنی
انھیں کا پردۂ در تھام کر یہ عرض کرنا ہے — کہ تھوڑی رات ہے اور آرزوئیں بیشمار اپنی
اگر آراستہ کرنا ہے بیکس کی شب غم کو — جھٹک دو بستر و بالیں پہ چادر اکبار اپنی
کوئی جھونکا تو آجاتا در باب اجابت سے — دعائیں مدتوں سے ہو رہی ہیں شرمسار اپنی
اگر محروم فرمائیگا تو اپنی توجہ سے — کہاں لیجائیں گے غمخوار تیرے دلفگار اپنی
خدا کے واسطے اے مالک تسنیم و کوثر آ — کہاں جا کر بجھائیں پیاس تیرے بادہ خوار اپنی

ہائے کہہ کے تری روح بدن سے نکلی — دے گئی خضر و مسیحا کا پتا آج کی رات

کس متانت سے تو آغوش اجل میں سویا — جسطرح حور کی آنکھوں میں حیا آجکی رات

آشیاں گنبد خضرا پہ بنانے کے لئے — طائر روح مدینے کو چلا آجکی رات

اے خوشا جنت کی طیبہ کے گلستانوں میں — تو ہے اور دین حبیبی کی صدا آجکی رات

اے مرے نور نظر لخت جگر چشم و چراغ — عمر بھر یاد رہے گی بخدا آجکی رات

کیا بھلا شوق وہ آرائش و زیبائش کا — نہ گریباں ہے نہ تکمہ نہ قبا آجکی رات

کل نہ تو ہوگا نہ تیرے قد رعنا کا لباس — کھیل جائے ترے دامن سے صبا آجکی رات

کردگار صمدا حکم تری مرضی کے نثار — ختم ہوتی ہے مرے گھر کی ضیا آجکی رات

گھر میں ماتم ہے تو شہزادی صبح میلاد — پوچھتی ہے مرے یوسف کا پتا آجکی رات

نعش تو شان متانت سے ہے خاموش مگر — روح کہتی ہے کوئی نعت سنا آجکی رات

مقطع

سحر روضۂ فردوس ہے یا آجکی رات — آج کی رات ارے صل علیٰ آجکی رات

جوش پر ہے کرم عام کا فیضان اتم — ناز کرتی ہے غریبوں کی دعا آجکی رات

شام گیسوئے پیمبر کی بلائیں لے کر — کرنے آئی ہے اسیروں کو رہا آجکی رات

مجھ گنہگار سے کہتی ہے خدا کی رحمت — بخش دیجائیگی تیری بھی خطا آجکی رات

تازہ کرنیکے لئے جشن عروس میلاد — حوریں ہاتھوں میں لگاتی ہیں حنا آجکی رات

آئی ہے روضۂ پرنور کی ہر جالی سے — گل گلزار نبوت کی ہوا آجکی رات

قصیدے پیش ہونگے شانِ مداحی عیاں ہوگی　　انھیں سے داد پائیگا ہر اک معجز نگار اپنی
کہاں دیکھے ہیں انکے عاشقوں کے داغِ دل تو نے　　نزاکت بھول جائیں گے ترے پھولوں کے ہار اپنی
بہے تو انکے دیوانوں کے تلوؤں کے پھپھولے لے　　اگر منظور ہے آرائشِ دار القرار اپنی

وہ بیٹھے ہوں اٹھا ہو بارگاہِ پاک کا پردہ
کہانی در پہ کہتا ہو شفیقِ جاں نثار اپنی

باخدا سب کے لئے روح فزا آج کی رات　　اور بیمار کی بالیں پہ قضا آج کی رات
کیا تری شان ہے اے بارِ خدا آج کی رات　　محفلِ نعت بنی بزمِ عزا آج کی رات
ہو جہاں محفلِ میلادِ نبی سال بہ سال　　اس جگہ نوحہ و ماتم کی صدا آج کی رات
عطرِ میلادِ مبارک سے مہکتا تھا یہ گھر　　اور کافور میں ڈوبی ہے ہوا آج کی رات
عیدِ میلاد کی شب وہ اندھیرا گھر میں　　سگِ درگاہ کا دل ٹوٹ گیا آج کی رات
سونے والے نظر آتی ہے ہر اک تارے میں　　تیرے داغِ جگر و دل کی ضیا آج کی رات
کیا کہونگا جو تجھے پوچھتی آئے گی بہار　　تو مرے چاند کہاں ڈوب گیا آج کی رات
بارھویں رات ہے آئی ہے تری بالیں پر　　موت اوڑھے ہوئے رحمت کی ردا آج کی رات
موت کا دن ہے وفاتِ نبوی کی تاریخ　　یہ وہ نسبت ہے کہ ہو جاؤں فدا آج کی رات
نعش کے ساتھ ہیں انوارِ ربیع الاول　　تو نے پایا ہے مقامِ شہدا آج کی رات
جشنِ میلاد کی شب اور ترا غسل و کفن　　جیسے آئی ہے دلہن بنکے قضا آج کی رات
ہو تری موت پہ قربان حیاتِ ابدی　　قبر میں آئینگے محبوبِ خدا آج کی رات

ساتھ میخوار ونکے زہاد بھی ہیں دوش بدوش | رہن ہے جبہ و دستار و عبا آجکی رات
جامہ پوشی کی جگہ چاک گریبانی ہے | کیا کہا عشق نے کیا ہیں نے سنا آجکی رات
میں کہاں اور کہاں جلوۂ لبنان حجاز | رقص کرتی ہے مری آہ رسا آجکی رات
تو نے اے جلوۂ میلاد ربیع الاول | گھر کو بخشی ہے مدینے کی ضیا آجکی رات
انکے آغوش کرم میں ہو صلاح الدین آج | ایک ناچیز پہ یہ فضل خدا آجکی رات
نکل آیا مرے غم میں بھی خوشی کا پہلو | جھک گئی گردن تسلیم و رضا آجکی رات

رونق بزم ہے خود مدح رسول عربی
ہے شفیق بھی مداح سرا آجکی رات

سلام اے گلستان طیبہ کے مالی | ہری ہو ترے باغ کی ڈالی ڈالی
نہ ہے تیرا دربار امت سے خالی | یہ رحمت کا عالم یہ روضے کی جالی
فدا تجھ پہ سو جان اے سبز گنبد | ترے بوسے لیتی ہے شان جمالی
مدینے کے کانٹوں میں بھی ہے وہ نزہت | جسے چوم لیتی ہے پھولوں کی لالی

نہ دیکھی گئی ان کی چشم کرم سے
شفیق گنہ گار کی پائمالی

روشنی پھیلی نور حق آیا صلے اللہ علیہ وسلم
ان الباطل کا ذہوقا صلے اللہ علیہ وسلم

جسکے سائے میں گنہگار و نکو ملتی ہے پناہ — کھیلتی ہے اسی دامن سے وفا آجکی رات

کاش اشکوں ہی کا سیلاب بہالے جائے — جانب روضۂ محبوب خدا آجکی رات

ساکنان حرم ستر عفاف ملکوت — دے رہے ہیں در دولت پہ صدا آجکی رات

چومنے کیلئے جاتی ہے عقیدت کی نظر — ان کا اک ایک نشان کف پا آجکی رات

وہ اجالا ہے کہ عشاق دعا کرتے ہیں — تا قیامت رہے اے نیر خدا آجکی رات

اپنے احساس عقیدت کو نہ پوچھو جلیسے — سامنے ہیں شہ لولاک لما آجکی رات

چار یاران پیمبر بھی ہیں شریک محفل — پیارے حسنین بھی ہیں جلوہ نما آجکی رات

خود بخود گوش عقیدت میں چلی آتی ہے — بوذر و قنبر و سلماں کی صدا آجکی رات

مرنےوالے سے تو پوچھے کوئی اس رات کا لطف — مغفرت لائی ہے رحمت کی گھٹا آجکی رات

مرحبا صل علیٰ عالم ارواح کی شان — اے خوشا گور غریبانکی فضا آجکی رات

جادہ میں گور کی آئے ہیں فرشتے ملکر — قبر آراستہ ہونگی بخدا آجکی رات

قطعہ خلد بنا جائیگی ہر تربت — باغ جنت کے دریچوں کی ہوا آجکی رات

آؤ اے مردہ دلو جشن مسیحائی ہے — دم عیسیٰ ہے ہر اک موج صبا آجکی رات

دامن کوہ احد ہے کہ بیابان اپنا — نظر آتے ہیں شہیدان خدا آجکی رات

ہم سے رندان خرابات کو بھی حاصل ہے — لب جو چشمۂ کوثر کا مزا آجکی رات

مرحبا سید مکی مدنی کا غل ہے — اے زہے قلقل مینا کی صدا آجکی رات

بادہ نوشوں کا تو کیا ذکر ہے خود شیخ الحرم — دے رہا ہے مرے ساقی کو دعا آجکی رات

جن سے بجا ہے دین کا ڈنکا صلے اللہ علیہ وسلم

یاد دلا دیتی ہے بقیع پاک میں نکہت زلف نبی کی
بوئے مزار فاطمہ زہراؓ صلے اللہ علیہ وسلم

نقش جبین زہد و عبادت نازش دیں طغرائے صداقت
غار حرا میں آپ کا سجدا صلے اللہ علیہ وسلم

ان کے نواسوں کا بھی ہے نقشہ انکے نور پرنور سے ملتا
آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا اجالا صلے اللہ علیہ وسلم

سید عالم سر سے قدم تک شرح جمال لم یزلی ہیں
نور مجسم، حسن سراپا صلے اللہ علیہ وسلم

روح خلیلؑ و جمال ذبیحؑ و نازش موسیٰؑ فخر مسیحاؑ
نور نگاہ آدم و حوا صلے اللہ علیہ وسلم

آمنہؓ کی آغوش میں انکی جلوہ گری کی شان نہ پوچھو
گود میں جیسے عرش کا تارا صلے اللہ علیہ وسلم

گیسوئے مشکیں سایۂ رحمت روئے مصفا آیۂ رحمت
ابروئے پرخم کعبے کا کعبا صلے اللہ علیہ وسلم

پائیں تو ہم آنکھوں سے لگائیں تیرگی غم دل سے مٹائیں
بارگہ محبوب کا پردا صلے اللہ علیہ وسلم

پوچھتے ہو اعجاز نبی کا صلے اللہ علیہ وسلم
چاہیں تو کردیں قطرے کو دریا صلے اللہ علیہ وسلم

عرش بریں ہے محو تماشا صلے اللہ علیہ وسلم
ہائے نبی کا گنبد خضرا صلے اللہ علیہ وسلم

ذرہ بنے رشک مہ تاباں شام الم ہو صبح درخشاں
ان کی نظر کا ایک اشارا صلے اللہ علیہ وسلم

اپنے خدا کا خاص کرم ہے ان کے حوالے لوح و قلم ہے
زیر قدم ہے عرش معلے صلے اللہ علیہ وسلم

سایہ ہے ان کا ظل الٰہی اپنے درود نا متناہی
جنبش دامن صبح کا جھونکا صلے اللہ علیہ وسلم

لاکھ سوا نیزے پہ ہو سورج امت مرحومہ کو نہیں غم
ان کے لوائے حمد کا سایا صلے اللہ علیہ وسلم

ان کی گلی کی خاک پہ اکثر ٹوٹتے ہیں افلاک سے تارے
دیکھے صدائے کنت تراباً صلے اللہ علیہ وسلم

آئیں گے وہ محشر میں یکایک شان خرام ناز سے جس دم
جھوم اٹھیگی روح مسیحا صلے اللہ علیہ وسلم

آل نبی ہیں کشتی رحمت سارے صحابہؓ نجم ہدایت

جدا ہو رہا ہوں تو وہ ذوق دیجئے کہ نظروں میں ہوں صورت نگارِ مدینہ

سلام بصدیق و فاروق اعظم رئیس عرب تاجدارِ مدینہ

سلام اے رسول مکرم کی دختر سلام اے درِ شاہوارِ مدینہ

بتول خوش اطوار خاتون محشر سلیمائے شب زندہ دارِ مدینہ

شفیق گنہ گار حاضر ہے در پر
گدائے صغار و کبار مدینہ

وہ خاک پہ بوریا نشینی اور آج تک احترام ان کا
نہ ہے فقیرانہ زندگی میں بھی حاکمانہ نظام ان کا

اٹھے جو مسجد سے فاتحانہ لٹا کے بحرین کا خزانہ
تو فقر دنیا سے کہہ رہا تھا کہ میں ہوں فخر تمام ان کا

جہاد کا جوش، سات فاقے شکم پہ پتھر بندھے ہیں لیکن
وہی عبادت وہی نمازیں وہی رکوع و قیام ان کا

وہ تیرہ سو سال کی بہاریں وہ شہر طیبہ کی یادگاریں
جہاں ہوائیں سنا رہی ہیں فسانۂ صبح و شام ان کا

نظر نظر میں جمال کا ان کا نفس نفس میں شمیم ان کی
عرب کی گلیوں میں دھوم انکی عجم کے محلوں میں نام انکا

وہ ارمان حرم کے جھرمٹ میں کوئی دیوانہ جا رہا ہے

خلد بریں کا نور سحر قربان کرے رضواں جس پہ
صحن حرم کی صبح دل آرا صلے اللہ علیہ وسلم

نور نبوت سے منور زلف رسالت سے ہے معطر
بیت خدیجہؓ، بستر زہراؓ صلے اللہ علیہ وسلم

تیرے نثار اے وادی بطحا سایہ جو تو نے کا بھی ہے پیارا
جس پہ فدا ہو سایۂ طوبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

گل کے ترانے بھول گئے بلبل کے فسانے بھول گئے
اب تو شفیق اپنا ہے وظیفہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلام اے مجسم بہارِ مدینہ عروسِ مدینہ نگارِ مدینہ
کہاں میں کہاں یہ جوارِ مدینہ کرم ہے تماشہریارِ مدینہ
سلام اے مجھے در پہ بلوانے والے شفیع الامم تاجدارِ مدینہ
رگیسوئے تو شام کعبہ معطر زرد روئے تو نور النہارِ مدینہ
تری یاد میں اتنے آنسو بہائیں کہ آنکھیں بنیں آبشارِ مدینہ
سلامت رہے پاک بستی صبا کی یہ منزل بھی ہے یادگارِ مدینہ
قبا تک ہے محدود ہے کیوں بیر حاتم بنا دیجئے جو شمارِ مدینہ
بلایا کریں آپ ہر سال مجھ کو مدینے میں اے شہسوارِ مدینہ
نہ کیوں ناز ہو اپنے جوش جنوں پر ہے دامن میں گرد و غبارِ مدینہ

طرابلس، شام، الجزائر، عراق، البانیہ، بخارا
سلام ان غازیان دیں پر کہ ہر جگہ تھا مقام ان کا

حجاز کے بادیہ نشینوں کے کارناموں کی جستجو ہے
تو مسجد قرطبہ سے پوچھو جلال دربار عام ان کا

یہ وقت بھی ہے کہ خم ہے بت خانۂ وطن میں جبین مسلم
نہ دور بھی تھا کہ نصف دنیا پہ حکمراں تھا غلام انکا

ہیں محو یورپ کی روشنی میں اب آل عثمان کی نگاہیں
ذرا ایاصوفیہ کے مینار پھر سنادیں پیام ان کا

خدا کی قدرت اب اس زمیں پر یہودیت سر اٹھا رہی ہے
جہاں قدم لے چکے ہیں سارے پیمبران عظام انکا

گھرے ہیں صیہونیت کے خطرے میں ہاشمی اے امیر بطحا
ترے جلال اتم کا مظہر ہو خنجر بے نیام ان کا

وہ دیر سے سر بکف مجاہد تری نگاہوں کے منتظر ہیں
کہ چاک ہوگا حرم کا سینہ اگر ہوا قتل عام ان کا

لیجئے نام مصطفےٰ صل علےٰ محمدؐ نقش ہو دل پہ مرحبا صل علیٰ محمدؐ
بادہ کشوں نے جب کہا صل علےٰ محمدؐ جھوم کے بول اٹھی گھٹا صل علیٰ محمدؐ
بن گئی باد تند بھی بادیۂ حجاز کی باغ بہشت کی ہوا صل علےٰ محمدؐ

جو چھیڑ دیتے ہیں ساتھ والے تو رد کے لیتا ہے نام ان کا
یہ گرم سورج، یہ تند جھونکے، کہ دھوپ برسا رہی ہے شعلے
چلا ہے جارے سے پاپیادہ مسافر خوش خرام ان کا
وہ آئے آکر چلے گئے بھی ہنوز آباد ہے مدینہ
قدم قدم پر بہار انکی جگہ جگہ فیض عام ان کا
یہ قصر کسریٰ کے کنگروں سے فلک کے تارے نہ کوئی پوچھے
کہ کس طرح بارہویں سحر کو کیا گیا احترام ان کا
قریش کا خاندان چمکا جبین ہاشم کا نور پھیلا
حجاز کے رہنے والے خوش ہیں وطن ہوا نیک نام انکا
جناب مریم کی گود میں آگیا ہے عرش بریں کا تارا
کہ سیدہ آمنہؓ کی آغوش میں ہے ماہ تمام ان کا
ہوئی سماوہ کی نہر جاری ہوئی ہے فارس کی آگ ٹھنڈی
شفیق کس شان سے عرب میں ہوا ہے دربار عام انکا
نہ جانے کیوں میر کارواں نے بھلا دیا ہے پیام انکا،
پناہ دارین کا ضامن پیمبرانہ نظام ان کا
قلندری پر شباب آئے عجیب تر انقلاب آئے
یہ خانقاہوں کے سونیوالے جو لیکے اٹھ جائیں نام انکا

کیوں رہائی دی شفیقؔ پرخطا کو آپ نے
ڈالدیے پاؤں میں زنجیر زندان حرم

اے کرم اہل حرم کے در و دیوار سلام | در سے ہوتا ہے جدا کوئی گنہگار سلام
باب عالی جو ذرا چھانک لے جان حرم | کہہ رہا ہے کوئی مجرم پس دیوار سلام
سنگ اسود ترے ہونٹوں کا شرف صل علیٰ | تو کہاں اور کہاں مجھ سا سیہ کار سلام
اے غلاف حرم پاک تری خدمت میں | عرض کرتی ہے عزیزوں کی شب تار سلام

یہ کرم ہے جو پلٹنے کی اجازت دی ہے
ملتزم در شفیقؔ جگر افگار سلام

رہ حجاز ہو اور نعت مصطفائی ہو | نوروح قدس سے دعوائے ہمنوائی ہو
نصیب میں جو در پاک کی گدائی ہو | نیاز مند کے زیر قدم خدائی ہو
اڑا کے ہوا طرف وادی عقیق کی خاک | اعیذ سے داد کی خواہاں برہنہ پائی ہو
زہے عروج عقیدت کی بادشاہی کا | کہ دوش روح امیں پر مری گدائی ہو
زہے حجاز کا دار الشفائے پاک جہاں | مسیح و خضر نے بھی زندگی اٹھائی ہو
وہ کونسی تری نسبت ہے سید عالم | خدائے پاک نے جسکی قسم نہ کھائی ہو

جو دور ہی سے نظارا ہو سبز گنبد کا
شفیقؔ جوش طرب میں غزل سرائی ہو

کس خوشی سے میری بیتابی جگاتی ہے مجھے | رات بھر صورت نبی کی یاد آتی ہے مجھے

آہ بقیع پاک میں ان کی دعائے مغفرت — ہائے وہ سمجھا کہ حرا صل علے محمدؐ
یاد ہے انکی چشم نم بخشش عاصیاں کا غم — رات کا رات جاگنا صل علے محمدؐ
جان حلیمہ سعدیہ نور نگاہ آمنہ — سیدنا حبیبنا صل علے محمدؐ
واہ رے اہتمام شوق سب کے لئے مرا پیام شوق — کہتی ہوئی چلی صبا صل علے محمدؐ
کس کی زبان پہ آگیا نام حبیب کبریا — گونج رہی ہے یہ صدا صل علے محمدؐ

پڑھ کے درود کیا دعا کی تھی شفیق مست نے
ابر کرم برس گیا صل علے محمدؐ

اک سیہ کاری کا مارا اور مہمان حرم — صد سلام از من بنام مہر خوبان حرم
آج میری تیرہ بختی بھی ہے قربان حرم — کیا تری بخشش ہے اللّٰہم زد شان حرم
کیا نوازش ہے کہ اک بھاگا ہوا سرکش غلام — آج آسودہ ہے زیر ظل دامان حرم
آج تو پردہ اٹھا دے اے نگار لامکاں — دھوپ میں لبیک کہتے ہیں فدایان حرم
آنکھیں نم ہونٹوں پہ نکار، آشفتہ سر، ژولیدہ مو — پھر بھی کیا مستانہ چلتے ہیں غلامان حرم
لائق دربار کب ہے آہ مجھ سا روسیاہ — ربنا اغفرلی ذنوبی بہر حیران حرم
تیرے لطف عام کے صدقے ادھر بھی اک نظر — میں بھی گرد راہ ہوں اے میر سامان حرم
اے غلاف کعبہ تیری دل نوازی کے نثار — بن گئی دل کی سیاہی نور عرفان حرم
کیا جنون عاشقاں ہے اے عروس ماہ نو — چاک دامن ہے کہ ہے چاک گریبان حرم
جیسے جنت کے پرندوں شاخ سی لیکن شاخ پر — کس قدر خوش کیف ہے پرواز مرغان حرم

داری چہ مقامے کہ دراں برق جلالے
جبریل امیں را ہمہ سوزد پر و بالے

رنگینیٔ جنت ز جبین تو عیان است
گہ قوس و قزح بینم و گہ ہمچو ہلالے

زاہد بہ حرم رفت و بہ بتخانہ برہمن
ذوق دگرے داشتہ ہر کس بہ خیالے

من منتظرم بر در او رفت سوئے غیر
ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیالے

ابروئے تو خوب است و خوشا چشم سیہ مست
در سایۂ محراب حرم ہست غزالے

چشمم بہ لقائے تو زبانم بہ ثنا ایست
جانم بہ ہوائے تو منم زیر لوائے

در دیدہ حرم دارم و در سینہ مدینہ
حق را نگاہے و نبی را بہ خیالے

از رسم جنوں مدعیاں بے خبر انند
نے بوذرؓ و سلمانؓ نہ اویسےؓ نہ بلالےؓ

پیش تو شوم بیخود و در ہجر بگریم
یارائے تزلے نہ مرا تاب وصالے

صلوٰت و تحیات و سلامم بصد آداب
برسید کونینؐ و بر اصحابؓ و ہم آلے

حجرۂ رسالت کا آخری منظر

تصور مجھ کو اس حجرے کے نزدیک آج لایا ہے
ہے جس میں ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی تابانی
کھڑی ہے گھر کی چوکھٹ پر سراپا نور صدیقہ
پڑوسن کو صدا دیتی ہے با تہذیب نسوانی

اے زہے محبوب بیت آنکھوں نے دیکھا بھی نہیں — پھر بھی وہ روضے کی جالی یاد آتی ہے مجھے

جو مکرر فرش حرم کہتا تھا میرا حال دل — اے شب مہتاب تو بھی بھول جاتی ہے مجھے

یاد آجاتا ہے وہ سرو خرامان عرب — جب بہار آتی ہے دیوانہ بناتی ہے مجھے

اہل طیبہ کی خوشی کا حال جب سنتا ہوں میں — دل ترے غم کی کہانی بھول جاتی ہے مجھے

زائر طیبہ قریب آجا کہ تیری ہر نظر — گنبد خضرا کا افسانہ سناتی ہے مجھے

اے زہے یاد رخ محبوب کی خنکی شفیق
دوپہر بھی صبح کا عالم دکھاتی ہے مجھے

صبا کہنا لپٹ کر روضۂ اقدس کی جالی سے — کہ آنکھیں پھیر لی ہیں کیوں سگان باب عالی سے

حرم کے زائروں کو لطف آجاتا ہے قرآں کا — فصیحان حجاز پاک کی شیریں مقالی سے

تبسم صبح ہو طیبہ کا گلستاں ہو میں ہوں — صدا آئے یا محمد آرہی ہو ڈالی ڈالی سے

گناہوں نے بھلا کب [illegible] رکھا تھا — مگر رحمت کو شرم آئی مرے دامان خالی سے

غبار دامن محبوب ہو کر کیا شرف پایا — فلک شرما رہا ہے میرے اوج پائمالی سے

[illegible] ہیں جو چاکر و غلاماں ہیں مدینے کا — بہار باغ طیبہ پوچھیے جنت مآلی سے

غرور زہد و تقوی ہی وہاں جب عتاب لایا — وہ راضی ہیں گنہگاروں کے عذر بیکمالی سے

[illegible] کار اور مداحی پیمبر کی — عجب رتبہ ملا ہے بارگاہ ذو الجلالی سے

شفیق اس شان سے یاد نبی میں نعت خوانی کر
کہ روح القدس جھوم اٹھے تری نازک خیالی سے

بہت اعلیٰ و ارفع ہے مقامِ سرِ انسانی

و داعیہ سلام بر مزار ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

جاتا ہے قافلہ طرف کوئے مصطفیٰ | میرا سلام لیجئے بانوئے مصطفیٰ
اے کاش آپ کی لحد بے چراغ کا | لے انتقام خنجر ابروئے مصطفیٰ
فرمائیے بتول بس اب آخری سلام | جاتا ہے آستاں سے سگ کوئے مصطفیٰ
اعزاز کا سبب ہو ترے در کی حاضری | میرا لقب ہو بلبل خوشگوئے مصطفیٰ
ہاں سب سے پہلے داخل اسلام تو ہوئی | اے طاہرہ رفیقۂ پہلوئے مصطفیٰ
ہے شمع دل مزار سہی پھر بھی ہر طرف | پھیلی ہوئی ہے قبر پہ خوشبوئے مصطفیٰ
حوریں نثار ہیں ترے بستر پہ سند بعد پر | تجھکو ملا تھا شانۂ گیسوئے مصطفیٰ
تھا تجھکو وحی غار حرا پردہ اعتماد | تیری ہی گفتگو ہوئی زلجوئے مصطفیٰ
بیتاب کر رہی ہے مدینے کی آرزو | یاد آ رہا ہے قبہ مینوئے مصطفیٰ

اب پوچھئے نہ حال شفیق غریب کا
دل سوئے مصطفیٰ ہے نظر سوئے مصطفیٰ

سلام بر آستان سیدۂ انام بنت رسول علیہا السلام

سر جھکائے برہنہ لرزاں احترام اے سیدہ | خادم دیرینہ کہتا ہے سلام اے سیدہ
معرفت کی روشنی ہم کو عطا فرمائیے | نور چشم حضرت خیر الانام اے سیدہ
بیٹیاں ہیں آپ کی فخر خواتین جہاں | آپ کے بیٹے ہیں امت کے امام اے سیدہ

ذرا سا تیل دے جاؤ تو گھر میں روشنی کر لوں
کہ رخصت ہو رہی ہے دیدہ و دل کی درخشانی

اندھیرے میں پڑی ہے نعش اس فخرِ دو عالم کی
ملی ہے جسکے قدموں سے مہ و انجم کو تابانی

مرے بے شمع حجرے کا اجالا راز رکھتا ہے
شرف ہے مردِ مومن کیلئے باطن کی تابانی

یہاں رو دیا ہے وہ برسوں تہجد کی دعاؤں میں
کہ جس کے اشک کے قطروں میں تھی دریا کی طغیانی

حقیقت میں سبق دیتا ہے سرمایے کی نخوت کو
کہ شاہنشاہ کا گھر اور یہ بے سازو سامانی

کلاہ و مسند و چتر و علم کی ظاہری شوکت
اسی حجرے کی خاک پاک پر رکھتی ہے پیشانی

یہ وہ حجرہ ہے جس کو مہبطِ جبریلؑ کہتے ہیں!
جہاں سجدے میں ہے التتمش و سنجر کی سلطانی

نہ درباں ہے نہ کوئی پاسباں پھر بھی وہ ہیبت ہے
کہ جیسے خامشی کی اوٹ میں تقدیس ربانی

نہیں ہے ہمت پرواز سدرہ کے فرشتوں کو

فاتح کربلا کی یاد میں

انت کہفی وملاذی وامامی ساقی — نالی بابک رجحان مرامی ساقی
اعتمادی ورجائی لسلامی ساقی — حین یبلی الکفن فوق عظامی ساقی
مکۃ ارض بقیع وبقاع النجف — انت کالبدر علی کل مقام ساقی
فاسقنی الیوم بکاس الکرم والنعم — ذاب فی ھجرک لحمی وعظامی ساقی
نبیک الاطھر ملجاء شفیق ابداً — بلغ اللہ صلاتی وسلامی ساقی

ایکہ آگاہ مقام بین دو دار توئی — راز ایثار توئی معنی ایثار توئی
فرش تا عرش مثال کف پیش نظر — ایکہ از جملہ مقامات خبردار توئی
از جبین تو عیاں دبدبہ شیر خدا است — رتبہ دان علم حیدر کرار توئی
منزل عشق و من مضطر و حیراں مددے — کہ دریں راہ عراق قافلہ سالار توئی
تن بجا کاست و سرپاک تو بر نوک علم — درجہان شہد الیوسف بازار توئی

آ پھر آراستہ ہو محفل عرفاں آجا — اے بہار نجف و طوس و خراساں آجا
مسجد و خانقہ و مدرسہ و دیر و حرم — ہر جگہ ہو ترے جلووں سے چراغاں آجا
منتظر ہیں ترے اسلام کے احرار تمام — ترا کابل ترا ترکی ترا ایراں آجا
روز عاشورہ جس انداز سے تو نکلا تھا — پھر اسی شان سے اے شاہ شہیداں آجا

میری بچی ام کلثوم آپ ہی کی ہے کنیز آ کر اسے بھولیں نہ تا یوم القیام اے سیدہ

ہے شفیقؔ آشفتہ دل مرگ صلاح الدین سے

زندہ اس بیٹی سے ہو خادم کا نام اے سیدہ

سلام در شان سیدنا حضرت حسن رضؓ

سلام اے حسن ابن حیدر سلام سلام اور شاہ کرم سلام

وہ چہرہ منور منور ترا وہ کاکل معطر معطر سلام

خلافت کی تکمیل تجھ سے ہوتی تری شان اللہ اکبر سلام

برادر ترا فاتح کربلا بہن فخر خاتون محشر سلام

سپہر ولایت کے مہر منیر شبیہ جمال پیمبر سلام

چراغ شبستان خیر النسا جگر گوشہ شیر داور سلام

خدیجہ تری جدہ طاہرہ تو اماں بھی خاتون محشر سلام

ہے فخر زمانہ ترا خاندان ہے روح الامین خادم در سلام

کبھی خواب میں بھی جو آجائے تو بہشت بریں ہو مرا گھر سلام

ہے اک ایک ذرے میں محبوبیت شہا تیری خاک لحد پر سلام

دعا ہے بطیب وطہارت شفیقؔ

ہمیشہ پڑھے تیرے در پر سلام

انصاف و مساوات و اخوت کا معلم — بیکس کا مددگار غریبوں کا سہارا
کہتا تھا کہ سورج کبھی جو غروب ہو گا — سو مرتبہ سو لاکھ ستارے ہوں صف آرا
فرمایا دین ایسا کہ مصیبت کی گھڑی میں — اپنوں کا تو کیا ذکر ہے غیروں نے پکارا
دشمن سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کسی وقت — مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا
وہ عقدہ کشائی کہ جل بھی ہو تو مل جائے — یاں سیکڑوں تدبیریں وہاں ایک اشارا
دیکھی نہ گئی تمکنت و کبر و تجسم — ہر سو جگہ خاک سے پیدا کیا مارا
غیظ آئے تو وہ چشم عتاب و جلالت — سورج سے لپٹ جائے نگاہوں کا شرارا
سرمایہ پرستی کے تمرد کو مٹا کر — انسان کے جذبات حمیت کو ابھارا
جن ہاتھوں میں دیکھا نہ قلمدان کسی نے — ان ہاتھوں نے گیسوئے تمدن کو سنوارا
چہرے پہ جلالت سی برستی ہوتی لیکن — معصوم نگاہوں میں وہ رحمت کا اشارا
اللہ رے ہمدردیٔ کونین کا احساس — دشمن کی بھی تکلیف نہیں دل کو گوارا
وہ خلق، وہ شیرینیٔ گفتار کا عالم — ہر لفظ پہ قربان سمرقند و بخارا
غمگیں ہو یتیم جگر افگار تو رو دے — چھیڑے کوئی بیوہ تو نہ ہو ضبط کا یارا
آیا جو وہ بے پردہ تو ذرے چمک اٹھے — پھیلی تھی وہ ظلمت کہ کہیں چاند نہ تارا
تعمیر حرم کے لیے خود اینٹیں اٹھائے — مزدور کے جھرمٹ میں تھا مزدوروں کا پیارا
ہر ظلم کے آثار وہ قدموں سے مٹا دے — آجائے اگر آج بھی دنیا میں دوبارا
سرمایہ کے پندار پہ آجائے تباہی — مظلوم کی قسمت کا چمک جائے ستارا

بس گئے بدعت سرمایہ سے نادار کے دل
اے حسینؓ ابن علیؓ سوئے غریباں آجا

مہدی آخر زماںؑ

نقاب پر نقاب ہے حجاب پر حجاب ہے
مری نظر کی داد دو کہ پھر بھی کامیاب ہے

کرشمہ دامن نگشد کہ تو ز فرق تا قدم
بہار ہی بہار ہے شباب ہی شباب ہے

تو اپنے مہر و ماہ پہ غرور کر نہ اے فلک
دلوں کو جگمگا رہے وہ زمیں کا آفتاب ہے

نظر کرو سوئے حرم مٹا دو شیشۂ عجم
وہ آئینہ اٹھا جبیں عکس بو تراب ہے

نظام کائنات کو بدلنے والو مرزدہ باد
کہ وہ نقاب دار ابھی شریک انقلاب ہے

یہ کوئلے کی ہے خطا کہ ہو سکا نہ پرضیا
نہ صبح کا قصور ہے نہ جرم آفتاب ہے

تغیرات نو بنو سے بے خبر نہیں کوئی
یہ دیکھنا ہے کسطرف نگاہ انتخاب ہے

درویش نما شہنشاہ

گذرا ہے اک ایسا بھی شہ معدلت آرا
سرتا بقدم تھا جو صداقت کا سنوارا

تدبیر کی دنیا میں بہار چمن آرا
تقدیر کی آنکھوں کا درخشندہ ستارا

ہر جنبش انفاس بہار دم عیسیٰ
ہر سانس کی رفتار نسیم چمن آرا

سرمائے کی تقسیم پہ تعلیم تھی جس کی
اللہ کا سب کچھ ہے ہمارا نہ تمہارا

وہ آنسوؤں کا جوش وہ عارض کی آب و تاب
شبنم میں ماہتاب کی رنگت لئے ہوئے

ایکاش وہ ملیں تو جھکا دوں سر نیاز
قدموں پہ التجائے شفاعت لئے ہوئے

طوبیٰ کا لطف، کیف ارم، جاودانی خوشی
سب کچھ ہیں ان کے غم کی بدولت لئے ہوئے

وہ آفتاب ڈوبتے ہی دل کا درد بنا (ق)
تقدیر خود بھی رات کی ظلمت لئے ہوئے

تو نے بچا لیا ہمیں اے بارہویں کی صبح
آئی تھی کل کی رات قیامت لئے ہوئے

ہر ذرۂ مدینہ خدا کی قسم شفیق
ہے دامن حبیب کی نکہت لئے ہوئے

ظہور قدسی

کیا خوشی کا وقت ہے فضل خدا کا دن ہے آج
نوع انساں کے عروج و ارتقا کا دن ہے آج

قوت احساس کی نشو و نما کا دن ہے آج
جس سے ہم جاگے اسی بانگ درا کا دن ہے آج

ہو رہا ہے آج باب حریت کا افتتاح
آ رہی ہے کعبہ سے آواز حی علی الفلاح

صبح نو لائی حیات جاودانی کا پیام
مردہ روحوں کی حیات و زندگانی کا پیام

ناتوانوں، بیکسوں کی کامرانی کا پیام
ہاشمی تہذیب دیتی ہے جوانی کا پیام

مژدہ باد اے دل کہ ہوگی زندگی تیرے لئے
تو خوشی کے واسطے ہوگا خوشی تیرے لئے

لینن بھی جو دیکھے کہے قدموں سے لپٹ کر
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

طلوع سحر

صبح حجاز آئی ہے ندرت لئے ہوئے
صدیوں کی پر شکوہ روایت لئے ہوئے

آنے لگی مدینۂ پرنور سے صبا
بوئے ردائے دوش رسالت لئے ہوئے

چمکا ہے آسمان پہ ہلال ربیع آج
دل کا سکون، روح کی راحت لئے ہوئے

کس دبدبہ کے ساتھ وہ تشریف لائے ہیں
دنیا میں انقلاب صداقت لئے ہوئے

حاضر ہیں بارگاہ میں خوبان کائنات
اک بے پناہ جوش عقیدت لئے ہوئے

بلقیس آستاں پہ کنیزی کی خواستگار
مریم نیاز دامن عصمت لئے ہوئے

فاراں کی چوٹیاں وہ جلال پیمبری
اک آتشیں نظام شریعت لئے ہوئے

آیا ہے وہ مفکر اعظم جہان میں
اک سوچتی ہوئی بشریت لئے ہوئے

اف رے تصرفات کہ دیکھو تو خالی ہاتھ
مانگو تو دو جہان کی نعمت لئے ہوئے

تیر و کماں نہ تیغ و سناں دست پاک میں
بس ضرب لا الٰہ کی طاقت لئے ہوئے

یاد آرہی ہیں روضۂ انور کی جالیاں
جا اے صبا سلام محبت لئے ہوئے

وہ شام ہی سے تا بہ سحر انکا جاگنا
بیداری پیام عبادت لئے ہوئے

راتوں کے سجدے خاک پہ زلفوں کا لوٹنا
فکر سیاہ کاری امت لئے ہوئے

ہو گئی ہے جس سے روشن دہر کی تاریک رات
جس کے نام پاک سے ہوتی ہے تعمیر حیات

دھوم سے آیا جو درس زندگی دیتا ہوا
ایک خالق کا پیام بندگی دیتا ہوا

جس سے قوموں کو ملی توفیق ادراک و شعور
جس کی تعلیمات سے انسان ہوتا ہے غیور
جس کے قدموں سے ہوا پامال شاہوں کا غرور
جس کی ٹھوکر سے خداوندان باطل چور چور

جس کا ہر نقش قدم نقش صداقت بن گیا
جس کا دامن عاصیوں پر ظل رحمت بن گیا

جس سے امت کو ہوا حاصل اخوت کا سبق
جس کے اک اک قول میں ہے آدمیت کا سبق
جس نے مردوں کو دیا تیغ و شجاعت کا سبق
جس نے عورت کو پڑھایا شرم و عفت کا سبق

جس نے کفر و جہل کی بستی کو ویراں کر دیا
دہر کے بہکے ہوئے انسان کو انساں کر دیا

دختران قوم کو جس نے بنایا نیک ذات
جس کے آیا جو نظام طیبین و طیبات
جس کے گھر کی لونڈیاں تک باحیا و الاصفات
بیبیاں مطہر اور تھے جس کی بنت خوش صفات

بی بیاں امت کی مائیں بیٹیاں عصمت کا نور
جن سے تہذیب و حیا کا درس لے جنت کی حور

جس کی آنکھیں نم ہوئیں انسان کی پستی دیکھ کر
جس کو شرم آئی مئے دنیا کی مستی دیکھ کر
جس کو غیظ آیا حرم میں بت پرستی دیکھ کر
اٹھ پڑا ابر بادیٔ سیلاب ہستی دیکھ کر

آج کا دن ہے بنائے قصر آزادی کا دن　　غم رسیدوں کے لئے مخصوص دلشادی کا دن
آہ وہ مظلومیت کا دور بربادی کا دن　　آشیانوں میں بھی رہوا تا تھا صیادی کا دن

لونڈیوں پر ظلم ہوتا تھا غلاموں پر ستم
حیف عورت تھی زمانے میں کنیز بے درم

آ گیا جور آزما بندوں کی فہمائش کا دن　　محفل تہذیب انسانی کی آرائش کا دن
ساری مخلوقات کی تزئین و زیبائش کا دن　　رحمۃ للعالمین کے جشن پیدائش کا دن

نعرۂ تکبیر ہوگا کعبے سے تا سومنات
یعنے اب قدموں سے روندے جائینگے عزیٰ و لات

گلشن امکاں میں عہد خوشگوار آ ہی گیا　　بجھ گئے آتش کدے ابر بہار آ ہی گیا
اپنے بندوں پر خدا کو آج پیار آ ہی گیا　　دین حق لیکر رسول کردگار آ ہی گیا

ہل گئی جس سے بنائے قصر بدعت وہ رسول
توڑ دی جسنے ستمگاروں کی ہمت وہ رسول

جس کے ہر نقش قدم سے جنت آدم بنے　　جسکے ملبوس کہن سے چادر مریم بنے
جسکے در کی خاک سے چشمۂ زمزم بنے　　جسکے مستوں کا پیالہ رشک جام جم بنے

انگلیوں سے جسنے جوئے شیر جاری کر دیا
جسنے باد تند کو باد بہاری کر دیا

افتخار کل مخلوقات ٹھہری جسکی ذات　　جسکی پیدائش کا دن ہے قوم کا یوم نجات

کوہ یلملم

بشوق جامۂ احرام بیتابی کا عالم ہے
حرم کے جانیوالو آمد کوہ یلملم ہے

مجھے محفل میں آنیکی اجازت دی یہ کیا کم ہے
صف نعلین میں بھی وہ جگہ بخشیں تو کیا کم ہے

زہے تقدیر آج انکی طرف سے لطف پیہم ہے
سیہ کاری ڈہلتی تھی مزاج یار برہم ہے

اگر لب خشک ہیں تو تشنہ سامانی کا کیا غم ہے
ابو القاسم محمد قاسم تسنیم و زمزم ہے

ہیں آنکھیں بند انسے لے رہا ہوں داد اشکوں کی
سلامی سو رہا ہوں میں کہ بیداری کا عالم ہے

جسے رندوں نے بھی سمجھا نہ اپنی بزم کے قابل
خدا کی شان ہے وہ بھی شریک دور زمزم ہے

کرم پہ ناز کر تھرا رہا ہے کیوں دل رسوا
کہ وہ اپنی گلی میں خود بلاتے ہیں تو کیا غم ہے

کسی لیلی نے اپنے بال میں موتی پرو دے ہیں
غلاف کعبہ پر کیا شان گوہر ہائے شبنم ہے

گریباں ہو نہ دامن ہو نہ جیب آستیں باقی
یہی شوریدہ سامانی بہار وادی غم ہے

تعالی اللہ کسکی یاد میں اٹھا قلم اپنا
کہ جسکا نام طغرائے جبین عرش اعظم ہے

زہے تقدیر گردن جھک گئی کس آستانے پر
جہاں اک ایک سجدہ حاصل ایمان محکم ہے

یہ سارا ذوق شرب و کیف ہے انکے تعلق سے
شفیق انسے نہ ہو نسبت تو کوثر ہے نہ زمزم ہے

وادی فاراں

نیند آگئی جو وادی فاراں کی راہ میں
سویا ہوا تھا شوق خدا کی پناہ میں

میں اور طوق کعبہ الٰہی ہزار شکر
میرے لئے جگہ ہو تری بارگاہ میں

قبل اعلان نبوت بھی جو کہلایا امیں
مصطفٰے ما جاء الا رحمتہ للعالمیں

کامران

اے زمین کامراں اے راحت دل السلام
السلام اے عاشقوں کی پہلی منزل السلام

چاندنی شب ہے نہ ساقی ہے نہ دور جام ہے
پھر بھی کیوں پیارا ہے تیرا خشک ساحل السلام

دیکھتا ہوں میں تو ہر ذرہ پیام جلوہ ہے
ڈھونڈتا ہوں میں تو لیلیٰ ہے نہ محمل السلام

دلکو فرحت کیوں ہے تیرے خشک ریگستان سے
لالہ و گل ہیں نہ آواز عنادل السلام

سادگی رکھتے ہیں تیری خاک کے ذرے مگر
پھر بھی آنکھوں سے لگا لینے کے قابل السلام

آب رحمت ہیں ترے ساحل کے چھینٹے مرحبا
مٹتا جاتا ہے مرا ہر نقش باطل السلام

کہہ رہا ہے آج میری دشت پیمائی کا شوق
توڑ ڈالوں طوق و زنجیر و سلاسل السلام

تیرے نظارے کا حق ہے پاک شہبازوں کو مگر
میں بھی ہوں تیرے طلبگاروں میں شامل السلام

وہ جو ساحل کے کنارے ہے درختوں کی قطار
یہ جگہ ہے تیرے دیوانوں کے قابل السلام

تیری سطح آب پر ہے یہ پرندوں کا ہجوم
یا لب کوثر چہکتے ہیں عنادل السلام

میں بھی تنکے چن رہا ہوں آشیانے کیلئے
کامران آباد اے اجڑے ہوئے دل السلام

قافلے کے پیچھے پیچھے ہے شفیق زار بھی
بھولنا اسکو نہ اے یاران منزل السلام

ادارہ بزم انیق جونپور کی مطبوعات

حیات جاوداں — حمیلہ خاتون ایم اے نے فخر شرق مولانا شفیق صدیقی کی مختصر سوانح حیات کے ساتھ ان کے ہر دور انتخاب شایع کیا ہے قیمت ۵/

نذر حجاز — حضرت ابوالفیض الحافظ الحاج مولانا محمد یعقوب انیق جونپوری کے استادانہ نعتیہ کلام کا مستند و دلکش مجموعہ قیمت عہ/

شفق — مولانا شفیق صدیقی کی غزلوں اور اسلامی انقلابی قومی ادبی نظموں کا دلکش مجموعہ۔ قیمت عا/

سفینہ — مولانا شفیق کی اکثر غزلوں اور مختصر قطعات و مجموعات کا قابل قدر مجموعہ ہے۔ قیمت عا/

بادہ نورس — مولوی عزیز ربانی شفیقی جونپوری کی غزلوں اور سیاسی علمی نظموں کا لایق مطالعہ مجموعہ ہے جس میں زندگی کے مختلف گوشوں پر شاعرانہ تنقید ہے، نوجوانوں کو ضرور اسکی ایک جلد اپنی لائبریریوں میں رکھنا چاہیئے قیمت عہ/

حجاز نامہ — مولانا شفیق کے سفر حجاز کی والہانہ داستان مع قصائد و نعت وغیرہ قیمت عا/

ملنے کا پتہ ۔ مولانا ظفر الحسن مینیجر ظفر بک ڈپو۔ جونپور۔ یو۔پی

تیری پناہ میں شب غم کی سحر ہوئی
چھوڑا تھا قافلوں نے مسافر کو راہ میں

رحمت کو پیار آ ہی گیا حال زار پر
وہ اعتماد تھا نگہ عذر خواہ میں

وہ مشعر الحرام میں توبہ کا مرتبہ
گو سو ہزار مرتبہ ٹوٹی ہے راہ میں

جس کا وجود پشت زمیں کیلئے ہو بار
اللہ اکبر اس کے قدم جلوہ گاہ میں

زمزم کے چند چھینٹوں نے کیا پاک کر دیا
ڈوبے ہوئے تھے سر سے قدم تک گناہ میں

کہتی تھیں دونوں سمت منا کی پہاڑیاں
آمیں نے لے لیا تجھے اپنی پناہ میں

شغدف سے دلفریب نظارا تھا دور کا
وہ موقف النبی کا چراغاں نگاہ میں

بجلی کی روشنی میں فضا کو بہار کی
حل ہو گئے تھے شمس و قمر گرد راہ میں

قربان زلف دوست کہا میں کہاں یہ رات
لکھی تھی چاندنی مرے بخت سیاہ میں

رہ رہ کے دل کو عرش بریں کا گماں ہوا
گذرے نگاہ سے وہ مقامات راہ میں

اے ہمرہان قافلہ مقبولیت کا راز
ڈھونڈو کسی فقیر کے حال تباہ میں

وہ فجر کی نماز وہ لبیک کی پکار
وہ سوز میری درد نصیبی کی آہ میں

آنسو کے قطرے بن گئے تسبیح فاطمہ رضؓ
تارے بچھا دئے مری آنکھوں نے راہ میں

توحید کی وہ شان کہ ساری انانیت
گم تھی صدائے اشہدان الا الہٰ میں

اب پوچھیے نہ کیف تصور شفیق کا
کہ نظر میں ہے کہ مدینہ نگاہ میں

۷۸۶

گذارش

زیر نظر سفر نامہ اس قدر عجلت میں مرتب کیا گیا ہی کہ نظر ثانی بھی نہ ہو سکی۔ سفر حجاز کے اختتام پر وطن کی واپسی کو ایک ماہ گذر جانے کے بعد بعض مخلص رفقائے حرم کے اصرار سے اسکی تصنیف کی طرف توجہ ہوئی اور نہایت قلم برداشتہ لکھ کر ایک ہی مہینے میں ناچیز نے اس کو پورا کیا۔ جلدی کی وجہ سے بعض مقامات پر عبارات اور مضامین میں کوتاہیاں باقی رہ گئیں جن کو الجھن اور ماغی اضطراب نے درست کرنیکا موقع دیا نہ فرصت کا تعاون حاصل ہوا۔ لہذا اہل زبان تصنیف و ترتیب کی کمی کو میری دیدہ و دانستہ غلطی سمجھ کر اس پر تنقید میں وقت ضائع نہ کریں

شفیق صدیقی ×

مطبع یونائیٹڈ انڈیا پریس